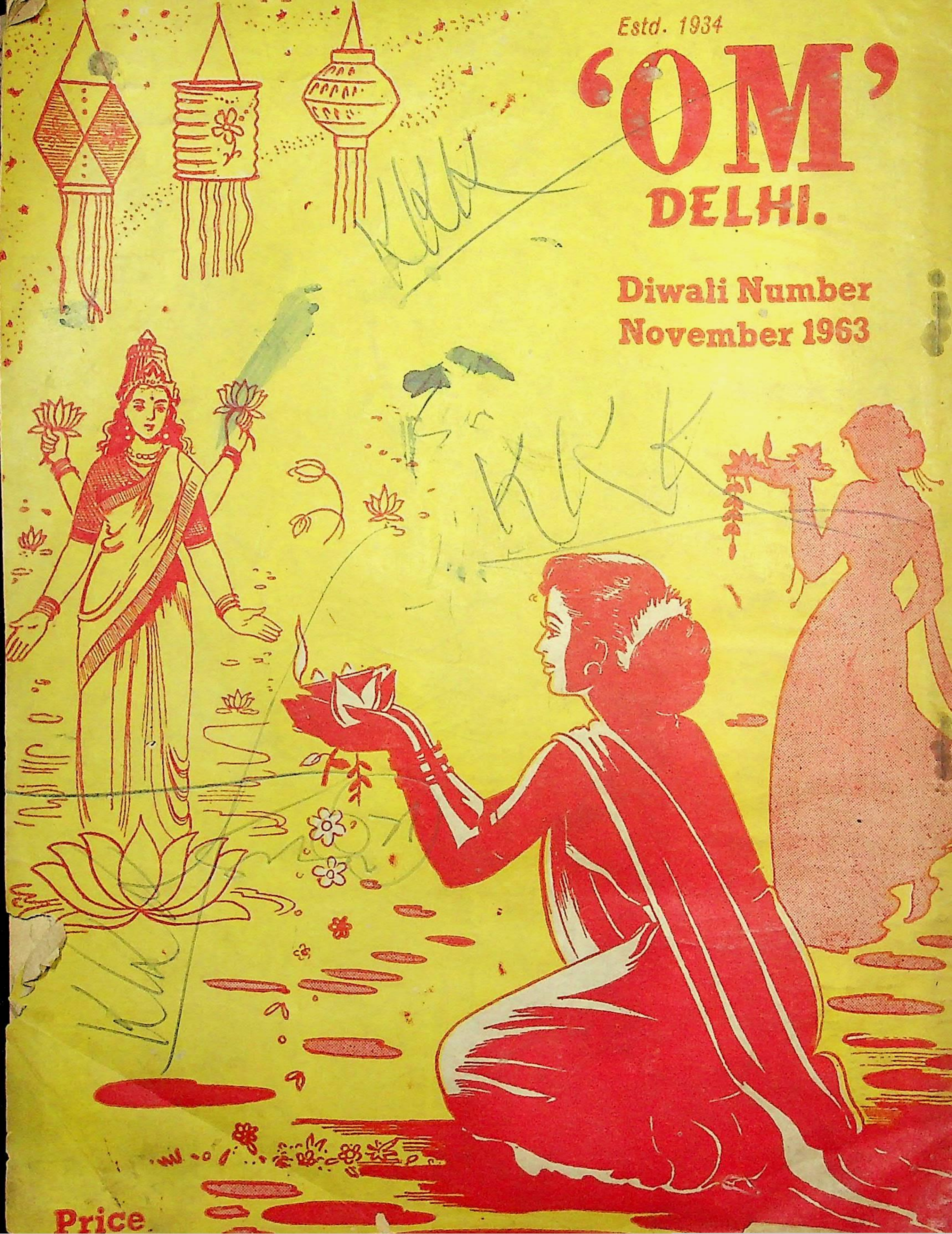
Estd. 1934

'OM'

DELHI.

Diwali Number
November 1963



Price

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

جاری شدہ ۱۹۳۴ء

رسالہ اوم دہلی

ایڈیٹر گورکھ ناتھ نندہ

سالانہ چندہ سات روپے

غیر ممالک سے ۱۰ روپے

قیمت فی جلد ۵۶ نئے پیسے

بابت ماہ نومبر ۱۹۶۳ء

دیپاولی نمبر

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صاحب مضمون	صفحہ نمبر
۱	دیوالی کی رات	شری نوبت رائے شوخ	۲
۲	اے میرے خالق	حکیم ریملداس مفطر	۴
۳	پرنچ اگنی ودّیا	ایڈیٹر	۵
۴	سفر زندگی	مہر اشتر ادیوان پنڈ داس فہم	۸
۵	مہرشی یاگیولکیہ اور اُپنشت	سنت ہری سنگھ جی	۱۰
۶	فلسفۂ رُوح	شری روشن پٹیالوی بی اے	۱۳
۷	بھگوان مہاویر	ماخوذ	۱۴-
۸	شمعِ محبت	ڈاکٹر راج بہادر ورما راز	۱۶
۹	اہنسا دھرم منظوم داستان	شری تارا چند باغی	۱۹
۱۰	لکشمی یعنی دولت	شری کاشی رام چاولہ	۲۰
۱۱	سنتوش یعنی قناعت	ایڈیٹر	۲۴
۱۲	قطعات	شری گوپال داس سرور	۲۵
۱۳	بجالئے ڈھائی روز کی ڈفلی	حکیم ریمل داس مفطر	۲۶
۱۴	سدا دن نہیں برابر جان	شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج	۲۹
۱۵	دیوالی	[illegible] ہری چند خوشدل ایم اے بی ٹی	۳۰
۱۶	بھگت کی بھینٹ	حسرت بالپوری	۳۲
۱۷	نرسی [illegible]	ایڈیٹر	۳۳
۱۸	حمد شری بھگوان کرشن	[illegible] سنگھ جی	۳۵
۱۹	احساسات	شری ناز سونی پتی	//
۲۰	بڑھاپا	شری گنیش دت آریہ	۳۶
۲۱	بے روشنی کا ٹیک	کوی لوکناتھ دل	۳۸ ۳۹
۲۲	حضرت عیسےٰ کے اپدیش	شری بالمکند بی اے ایل ٹی	۴۰
۲۳	منظوم گیتا شری نظر سودہانوی	مرسلہ شری رگھوناتھ بھٹناگر	۴۱ تا ۴۴

شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائیٹر کے زیر اہتمام سوتنتر پریس پٹودی ہاؤس میں چھپا۔ اور دفتر رسالہ اوم ۔ شاہدرہ بازار اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا گیا۔

دیوالی کی رات

از قلم شری نوبت رائے جی شوخ

روزِ روشن بن کے پھر طاری ہے دیوالی کی رات ۔ نغمۂ پیغامِ بیداری ہے دیوالی کی رات
آج کے دن رام اجودھیا آئے راون مار کر ۔ کہہ رہی وہ داستاں ساری ہے دیوالی کی رات
کس طرح بدکار پہنچے کیفرِ کردار کو ۔ ذکرِ انجامِ گراں باری ہے دیوالی کی رات
یادگارِ جشنِ فتحِ رام دیوالی کا دن ۔ حمد خوانِ عظمتِ باری ہے دیوالی کی رات
آج گھر گھر نور ساماں ہر چراغ و شمع ہے ۔ روشنی کا سلسلہ جاری ہے دیوالی کی رات
ہر در و دیوار پر ہیں نور کے نقش و نگار ۔ نور کے چھینٹوں کی پچکاری ہے دیوالی کی رات
نور کی ہولی ہیں رنگیں قمقمے کھیلے ہوئے ۔ کیسی رنگ و نور میں پیاری ہے دیوالی کی رات
گھر کو رکھیے صاف ستھرا لکشمی پرویش ہو ۔ حاملِ صد رحمتِ باری ہے دیوالی کی رات
دل سے یہ دشمن جوئے کی لغو رسموں کی عدو ۔ قہر ساماں بہرِ میخواری ہے دیوالی کی رات

فرشِ راہِ رام ہے کیا دیدۂ بیدار شوخ
نغمۂ پیغامِ بیداری ہے دیوالی کی رات

اطلاع:۔ دھارمک جگت کو یہ سنکر خوشی ہوگی۔ کہ شری نوبت رائے جی شوخ کی منظوم گیتا جو شریمد بھگوت گیتا کا شلوک وار ترجمہ ہے۔ جلد ہی چھپ رہی ہے قیمت سوا تین روپیہ مقرر کی گئی ہے لیکن جو احباب رقم پیشگی ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء تک بھیجدینگے۔ ان کو ڈاک خرچ معاف ہوگا۔ منیجر

اوم کے خریدار صاحبان توجہ دیں

جن صاحبان کے سالانہ چندہ کی میعاد خریداری ختم ہو جاتی ہے۔ اُن کو بذریعہ چھپی ہوئی چٹھی رسالہ ہذا کے پہلے صفحہ پر چسپاں کر کے یا منی آرڈر فارم بھیجکر ایکماہ پیشتر ارسال کر دی جاتی ہے۔ خریداران کا فرض ہے کہ وُہ اسی ماہ کے اندر اپنا سالانہ چندہ مبلغ سات روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیا کریں۔ تاکہ آئندہ پرچہ چندہ کی وصولی کیلئے وی۔ پی کرنیکی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ وی۔ پی پر آجکل ۵۲ نئے پیسے ڈاکخرچ پڑتا ہے جو کہ کافی زیادہ ہے اور بلا ضرورت ہے۔

جو سجن کسی وجہ سے آئندہ خریدار نہ رہنا چاہتے ہوں۔ ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وُہ اپنی خواہش کا اظہار بذریعہ کارڈ کر دیا کریں۔ تاکہ ہم آئندہ ماہ کا پرچہ وی۔ پی نہ کرایا کریں۔ بصورت دیگر وی۔ پی واپس آنے پر ہمیں اِن صاحبان کی غیر ذمہ دارانہ اخلاقی حالت پر افسوس کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اِس خصوص میں ہمارا سال گذشتہ کا تجربہ بہت کڑوا ہے۔ اور اِس تجربہ نے ہی ہمیں مجبور کیا ہے۔ کہ معزز خریداران کی توجہ مُبارک کو خاص طور پر اِس اخلاقی ذمہ داری کی طرف مبذول کیا جائے۔ نیز چونکہ وی۔ پی کرنے سے خریداران پر خواہ مخواہ زائد خرچ پڑتا ہے۔ اسلئے ہم حتے الامکان اِس کوشش میں رہتے ہیں کہ رسالہ بذریعہ وی۔ پی نہ ہی بھیجنا پڑے۔

آشا ہے کہ اوم کے قدردان احباب ہماری اِس اپیل کو منظور کر کے اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ہی بھیجنے کی کرپا کیا کرینگے

پُر یقین شکریہ کے ساتھ
ایڈیٹر

اے میرے خالق

از: حکیم ریکھداس مضطر بادشاہ پور

اے میرے خالق میرے رازق میرے مالک خُدا ۔ تیری رحمت تیری شفقت مانگتا ہوں میں سدا
تیری رحمت سے ہی ہم کچھ کام کر پائیں یہاں ۔ تیری رحمت کے سہارے چل رہے دونو جہاں
تُو اگر چاہے تو ذرہ بھی چڑھے افلاک پر ۔ تُو اگر چاہے تو تارے آ پڑیں اس خاک پر
تیری قُدرت تیری طاقت بے پناہ و لا بیان ۔ تیری قُدرت کا بیاں کیا کر سکے میری زباں
ابتدا سے تُوں مبرا انتہا سے بھی جُدا ۔ ابتدا اور انتہا رہتے تیرے اندر سدا
کون ہے جو کر سکے مالک تیری حمد و ثنا ۔ حمد یہ ہے تیری مرضی پر رہے یہ سر جُھکا
تُو ہمیں جو کچھ بھی دے سر پر سہیں اور باخوشی ۔ نفع ہو نقصان ہو شادی رہے یا کہ غمی
یہ یقیں دل میں رہے ہر کام میں ہوگا بھلا ۔ تیری مرضی میں اے مالک اپنی مرضی دیں بُھلا
تُو نظر آئے مجھے دلدار میں اغیار میں ۔ تُو نظر آئے مجھے ہر پھول میں ہر خار میں
وحدت و کثرت کا جھگڑا بن رہا ہے دردِ سر ۔ سب میں تیرا جلوہ دیکھوں تُو ہی تُو آئے نظر
دل مجھے ایسا عطا کر جس میں تیرا درد ہو ۔ قابلِ تعظیم میری نظر میں ہر فرد ہو
ہر بشر کی صدقِ دل سے بےغرض خدمت کروں ۔ درِ رحمت سے تیرے اُمید کا دامن بھروں
ہے دُعا مضطر کی یارب تُو اسے منظور کر
اپنی رحمت اپنی شفقت سے مجھے مسرور کر

روحانیت سے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

پنچ اگنی وِدّیا

ویدوں کا کتھن ہے کہ جب یہ منش، دیہہ کا تیاگ کرتا ہے تو جیو آتما جس نے اس شریر کو اپنا گھر یعنی رہائش گاہ سمجھا ہوا تھا بلکہ اپنا آپ ہی تصور کرتا تھا۔ اور شریر کے اندر اپنا خاص تعلق بدقسمتی سے رکھتا تھا۔ وہ اس مُردہ شریر کے ارد گرد گھومتا ہے۔ اور اُداس وا یوں پر سوار ہوتا ہے وید کے جاننے والے براہمن اس جیو آتما یعنی روح کا جسم سے قطع تعلق کرانے کیلئے اِس مُردہ شریر کو اگنی میں ہون کر دیتے ہیں۔ (کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاوے تو جیو آتما پریت بنا ہے۔ اور کافی دیر بھٹکتا پھرے۔) اُس وقت یہ جسم تین حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ (۱) دھواں (۲) جلتی ہوئی آگ یعنی شعلہ (۳) راکھ (مٹی)

گیان وان منش تو جسم کے ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو علیحدہ ست چت آنند سروپ تصور کرتا ہے۔ اور شریر کے موہ میں نہیں پھنستا۔ اِس لئے شریر کا تیاگ کرتے وقت وہ آکاش کی طرح دیا پک آتما برہم میں لین ہو جاتا ہے۔ جیسے دیپک کی جیوتی دیا پک اگنی میں سما جاتی ہے۔ گیان وان تو شریر ہوتے ہوئے بھی جیون مُکت ہی ہوتا ہے لیکن جن منشوں کو آتم گیان نہیں ہوا اُنکا جنم مرن بنا رہتا ہے۔ اور کرموں کے انوسار اُن کی گتی بھی ہوتی ہے اگر جیو آتما اپنی آیو میں کرم کانڈی رہا ہے یعنی سندھیا، اپاسنا، گایتری، ہون یگیہ کرتا رہا ہے۔ اور ستوگُن کا حصہ اُس میں زیادہ ہے۔ تو وہ اپنا تعلق شعلہ سے کر لیتا ہے۔ اگر اس کے کرم اعلیٰ ترین نہیں تھے اور تیری آدک کرم کرتا رہا تھا تو دھوئیں کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کے کرم تموگُنی تھے تو وہ اپنا تعلق راکھ (مٹی) سے پیدا کرتا ہے دھوآں سے تعلق پیدا کرنے سے اُس کی رفتار دھوآں کے ساتھ ہوتی ہے۔ دھوآں پانی یعنی مادہ رطوبت سے پیدا ہوتا ہے اور پانیوں کا دیوتا چندرماں ہے تو جیو آتما دھوآں سے بادل اور بادل سے چندر لوک میں پہنچ کر بھوگوں کو بھوگتا ہے۔ جب جیو آتما اپنا تعلق شعلہ کے ساتھ پیدا کرتا ہے تو شعلہ سے روزِ روشن اور روزِ روشن سے سورج لوک میں جاتا ہے اور سورج لوک میں دیوتا بن کر بہت عرصہ تک دیو لوک کے سکھ بھوگتا ہے۔ جب بوجہ تموگن جیو آتما بلند پردازی نہیں کر سکتا تو اپنا تعلق راکھ (مٹی) سے پیدا کرتا ہے جو کہ زمین پر بذریعہ ہوا پھیل کر مختلف نباتات، گھاس وغیرہ کی صورت اختیار کرتا ہے جس کو مختلف جانور کھاتے ہیں اور جیو آتما ان سے تعلق پا جاتا ہے۔

چاند لوک اور سورج لوک میں اپنے کرموں کا پھل بھوگ کر بادلوں میں واپس ہو کر زمین میں بارش کے ذریعہ آہوتی کیا جاتا ہے۔ یہ پہلی آہوتی ہے (۲) دوسرے متی بن کر ماتا روپی اگنی میں آہوتی ہوتا ہے۔ (۳) تیسرے مرنے کے بعد شریر کی آہوتی اگنی میں دی جاتی ہے (۴) چوتھے چاند لوک میں اور (۵) پانچویں سورج لوک روپی اگنی میں آہوتی کیا جاتا ہے۔ یہ پانچ اگنی وِدّیا کے نام سے وید بھگوان نے ظاہر

کیا ہے۔ اور یہ سلسلہ آواگون کا ہمیشہ سے جاری ہے۔ کرم کانڈ کی تعلیم سے انسان چندر لوک اور سورج لوک کے سکھوں کی پراپتی کر سکتے ہیں۔ اور سورج لوک سے پرجاپتی تک رسائی ہو سکتی ہے وہاں پرجاپتی کے گیان اُپدیش کرنے سے جنم مرن کا بندھن کٹ کر مکتی حاصل ہوتی ہے۔ پرواہن رشی نے اُدیالک مُنی کو تعلیم دی کہ :-

"اے گوتم! جو اس طرح اس پنچ اگنی ودّیا کو معہ اس کی ماہیت کے جانتے ہیں۔ اور سنسار کے وشیوں کا تیاگ کر کے ست کا پالن کرتے ہیں وہ دیو یان سڑک پر چلتے ہیں اور اُن کا اس دُنیا میں پھر پھر آنا نہیں ہوتا۔ لیکن جو یگیہ دان کا ہی فقط پالن کرتے ہیں۔ اور گیان کو پراپت نہیں کرتے وہ پتر یان سڑک پر رواں ہوتے ہیں۔ اور سو فراغ ہو جاتے ہیں۔ لیکن پھر پھر آتے ہیں۔ اور جو ان سڑکوں کو نہ ہی جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی ست کا پالن کرتے ہیں۔ اور نہ ہی یگیہ دان تپ ہی کرتے ہیں وہ تاریک سڑک پر چلتے کیٹ پتنگ جُونیوں کو پاتے بار بار مرتے اور پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں کے لئے شرتی فرماتی ہے۔

"جم جم مر، مر مر جم"

جو سڑکیں چاند اور زمین کو جاتی ہیں یہ دونوں ہی تاریک کہی گئی ہیں۔ لیکن جو سڑک سورج کو جاتی ہے۔ وہ روشن ہے اور اُس کو دیولوک کی سڑک کہا گیا ہے۔ اس پر وہی منش جاتے ہیں جو دھرماتما اور پُنیہ آتما ہیں۔ وہ شریر چھوڑنے پر سورج کی کرنوں سے بخارات کے طور پر آسمان کو اُڑتے ہیں۔ بادلوں میں جاتے ہیں۔ اور بادلوں سے۔ بجلی اور بجلی سے روشنی ہو کر کرنوں میں مل جاتے ہیں۔ اور کرنوں سے سورج لوک کو چلے جاتے ہیں۔ اور سورج لوک میں اُسی طرح مثل گھاس پات پیدا ہو کر دیوتاؤں کی خوراک بنتے ہوئے نرناری دیوتاؤں میں گزرتے ہوئے دیوتا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دید بھگوان کی تعلیم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ منش دیوتاؤں کی جُونیوں میں بھی جا سکتا ہے۔ قانونِ قدرت میں یہ بات اسمبھو نہیں ہے گیتا میں اس ودیا کے متعلق یہ شلوک آیا ہے۔

आग्नज्योतरहः शु क्लः षणमासाउत्तरायणम्
तत्र प्रयाता गच्छंति ब्रह्म ब्रह्म विदोजनाः ॥

جب وہ بقاعدہ بالا شعلہ ہو جاتا ہے تو شعلہ سے روز روشن اور روز روشن سے شُکل پکش اور شُکل پکش سے بائیں طرف کی ششماہی جو عین شمال میں آفتاب کے رہنے سے طے ہوتی ہے ہو جاتا ہے اور اس ششماہی سے وہ پھر سال ہو جاتا ہے۔ اور سال سے سورج میں مل جاتا ہے جس کو ہم دیو لوک بولتے ہیں یہ روشن سڑک ہے مگر باقی کی دو سڑکیں جو چاند اور زمین کو جاتی ہیں۔ تاریک ہیں۔ پورنماشی، اماوس، سنکرانت اور ورش کے دن ہم اپنے پتروں کے لئے وید منتروں سے دان اور ترپن کرتے ہیں تاکہ ہمارے پتر جو دیویان یا پتریان سڑک پر گامزن ہیں اُن کو امداد مل سکے۔ اور وہ شانتی پوروک اپنی منزل تک پہنچ جاویں۔

اگر اس فلاسفی کو ہم اچھی طرح سمجھ لیں تو ہمیں شرادھ آدی پتری کرم اور سورج اور چندرما آدی دیوتاؤں پر بھی شردھا اُتپن ہو جائے۔ جو کہ مغربی تعلیم کے باعث ہم چھوڑ چکے ہیں۔

گیتا ادھیائے آٹھ میں بھگوان کرشن نے ارجن کو اپدیش دیتے ہوئے اترائن اور دکھشنائن مارگ کی ویاکھیا کی ہے۔ ان دو طرح کے مارگوں میں سے جس مارگ میں پُرنُور اگنی ابھیمانی دیوتا ہے اور دن کا ابھیمانی دیوتا ہے۔ اور شُکل پکش (چاندنی راتوں) کا ابھیمانی دیوتا ہے اور اترائن کے چھ مہینوں کا ابھیمانی دیوتا ہے، اس پرکاش مے مارگ میں مر کر گئے ہوئے برہم ویتا یعنی پرمیشور کی اپاسنا سے پرمیشور کو پرتکش بھاو سے جاننے والے یوگی لوگ متذکرہ بالا دیوتاؤں کے ذریعے بتدریج لے جاتے گئے۔ برہم کو پراپت ہوتے ہیں یہی دیویان مارگ ہے۔ اور یہ راستہ تاریک نہیں بلکہ روشن ہے۔ اس راستہ سے گئے ہوئے آواگون کے چکر سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اس امر کی تائید برہدارنیک اُپنشد ادھیائے ۸ منڈل ۲ میں بھی کی گئی ہے۔ شرتیاں اور برہم سُوتر بھی یہی کہتے ہیں کہ ستھول دیہہ سے نکلتے وقت اور اس کے اندر رہتے وقت ایشور

اپاسک کا لنگ شریر پرکاش رُوپ یعنی سراپا نُور ہوتا ہے۔ اور وہ سُوکھشم شریر سے نکلتے ہی دن کی روشنی کو مارگ (راستہ) بناتا ہے۔ مرنے وقت چارپائی سے نیچے زمین پر گائے کے گوبر سے پرتھوی کو پوتر کرکے جب پرانی کو لٹایا جاتا ہے اور اسکی ہتھیلی پر گھی کا دیپک جلاکر رکھا جاتا ہے۔ تو اس وقت یہی مقصد دامنگیر ہوتا ہے۔ کہ جیو آتما پرکاش کے ساتھ تعلق پیدا کرکے سُورج لوک کو چلی جاوے۔ اور وہاں سے اُتم گتی کو پراپت ہو۔ اگر وہ اسوقت رجوگن برتیوں کے کارن پرکاش کے ساتھ تعلق پیدا نہیں کرپاتی تو بعد میں جب اُس کے شریر کا داہ کرم سنسکار کرایا جاتا ہے۔ اور وید منتروں دوارہ اُس کا تعلق پرچنڈ اگنی کے ساتھ کرایا جاتا ہے۔ وہاں بھی یہی فلاسفی کام کرتی ہے۔ کہ وہ اس نیچ لوک شریر کا تعلق چھوڑ کر اگنی رُوپ ہو جاوے۔ اگنی کا دیوتا سُورج ہے۔ اسطرح وہ سوریہ لوک کو پراپت ہو جاوے۔ اسی لئے شاستر کاروں کی آگیا ہے۔ کہ داہ کرم ہمیشہ دن کے وقت ہونا چاہیئے۔ سُورج اَست ہونے پر داہ کرم مفید نہیں ہوتا۔ گویا ہر پرکار سے پرانی کو اس مرتیُ لوک سے دیو لوک تک پہنچانے کا یتن کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے شریر کی راکھ کو بھی پتت پاونی شری گنگاجی کی بھینٹ کیا جاتا ہے۔ تاکہ پاپی سے پاپی نش بھی نرک میں جانے نہ پائے۔ جو پرانی اپنے مند کرموں کی وجہ سے دیپک کے پرکاش یا داہ کرم سنسکار کی پرچنڈ اگنی کے ساتھ اپنا تعلق نہیں بنا سکا۔ بلکہ اپنے شریر کی راکھ کے ساتھ مل چکا ہے۔ اُس کی راکھ گنگاجی میں پڑنے سے گنگا رُوپ ہو کر دیو لوک کو چلا جاتا ہے۔ اور اُس کی ادھوگتی نہیں ہوتی۔ ورنہ اُن کی راکھ پرتھوی پر پڑنے یا ہوا میں اُڑنے سے اُسکو کیڑے مکوڑے مچھر آدی نشدھ یونیوں میں جانا پڑتا ہے۔ اور پھر نرک گامی ہوتا ہے۔ ہمارے رشیوں نے یوگ سمادھی دوارہ لوک اور پرلوک کے راز کو جانا اور اس پنچ اگنی ودیا کو پرگٹ کرکے جیو کے کلیان کا مارگ نکالا۔

کئی لوگ پرشن کرتے ہیں۔ کہ چتا پر پڑے ہوئے ماں یا باپ کو اُن کا پُتر ایک لمبی چھڑی سے سر کو ٹھوکر لگاتا ہے۔ اسکا کیا تات پریہ ہے؟ اس کا اُتر یہ ہے کہ سر کے تالو (کھوپڑی) میں دشم دوار ہے جو شریر میں سب سے اُونچا استھان ہے۔ اسی جگہ ہی چوٹی رکھی جاتی ہے۔ یوگی لوگ اسی جگہ ہی دھیان لگاتے ہیں۔ اور ایک اَنوپم پرکاش اور اناہد شبد کو سنتے ہیں اور یوگ ابھیاس دوارہ اپنے پرانوں کو روک کر انت سمے اپنی آتما کو اسی دشم دوار سے باہر نکال کر مُکتی کو پراپت ہوتے ہیں۔ یہ دشم دوار باقی سب دواروں سے پوتر مانا گیا ہے: ۲ آنکھیں۔ ۲ کان۔ ۲ نتھنے۔ منہ۔ گدا اور لنگ یہ نو دوار ہیں۔ اگر پران نیچے کے ۲ دواروں سے نکلیں تو جیو نرک کو جاتا ہے۔ اگر اوپر کے دواروں سے نکلیں۔ تو سورگ کو جاتا ہے۔ اور اگر دشم دوار سے پران نکلیں تو مُکتی کو پراپت ہوتا ہے اور اس کا پھر جنم نہیں ہوتا۔ یہی دشم دوار ہے جس کے راستہ جنم کے وقت جیو آتما اس شریر میں پرویش کرتا ہے۔ بچہ کے جنم سے لگ بھگ ۲ برس تک سر میں یہ گڑھا۔ دشم دوار۔ باریک سی جھلی سے ڈھکا ہوتا ہے اس کے بعد دھیرے دھیرے یہ جھلی ختم ہو جاتی ہے۔ کئی لوگ تالو کے بال اُسترے سے صاف کراتے رہتے ہیں۔ اسی جگہ کو یوگ کے اُنوسار سہسر دل کمل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اگر رُوح اس دشم دوار سے باہر نکلے تو وہ اونچے طبقات (برہم لوک وغیرہ) میں چلی جاتی ہے۔ کیوں کہ برہم رندھ جو ناڑی ہے اسکا سمبندھ سوریہ لوک سے ہے۔ اور یہ ناڑی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی دشم دوار میں آکر سماپت ہو جاتی ہے۔ یہ خون کی ناڑی نہیں بلکہ آکاش (خلا) کی ناڑی ہے۔ اور اس میں ہی اناہد شبد ہوتا رہتا ہے۔ جسکو یوگی لوگ سُن کر آنند حاصل کرتے ہیں۔ مرتک پرانی کا پُتر اسے نرک سے نکالنے (اسکو پتر کہا جاتا ہے) جیو آتما کو دشم دوار سے نکالنے کے لئے کھوپڑی کو ٹھوکر لگاتا ہے تاکہ اگر جیو آتما ابھی تک باہر نہ نکلی ہو اور سُستی کی حالت میں پڑی ہو۔ تو اب شریر سے نکل کر پرلوک کا راستہ اختیار کرے۔ اور پرچنڈ اگنی کے ساتھ سمبندھ پیدا کرکے سورگ لوک کو چلی جاوے۔

دوسرا راستہ پترایان مارگ کے متعلق چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۵ منڈل ۱۰ کے تیسرے منتر میں کہا گیا ہے

اشٹ ۔ یعنی اگنی ہوتر وغیرہ ویدک کرم۔ **پورت** ۔ یعنی کنواں، باؤلی، تالاب، دھرمسالہ یا مندر بنوانا۔ **دت** ۔ یعنی مستحق شخص کو دان دینا ان کرموں کے ذریعہ جو گاؤں قصبہ یا شہر ہی میں رہ کر اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ مرنے کے بعد **دھوم** یعنی دھوئیں کے ہم جنس ہونے کے سبب دھوئیں ہی کو اپنا مارگ بناتے ہیں۔ دھوئیں سے رات کے اندھیرے کو رات سے کرشن پکش کے اندھیرے کو کرشن پکش سے دکھشنائن کے اندھیرے کو مارگ بناتے ہوئے آگے چلے جاتے ہیں۔ دکھشنائن کے چھ مہینوں سے پتری لوک کو اور پتری لوک سے چندر لوک میں چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں اپنے امرت رُوپی کرم پھلوں کو بھوگتے ہیں: یہی سورگ ہے، یہ ودیا سوائے ویدوں کے اور کہیں نہیں ملتی۔ ہمیں مناسب ہے کہ ہم شردھا پُورک اس ودیا کو پڑھیں اور ویدک کرموں دوارا اس آواگون سے چھوٹنے کا اُپائے کریں۔ جو کہ نش شریر کا دھیہ ہے (اوم شم)

(دگور کھ ناتھ نندہ)

سفرِ زندگی

از قلم امیر الشعرا دیوان پنڈی داس جی قمرؔ (سورگباشی)

میری تمنا کو کیا ہوا ہے ابھی تو یہ مسکرا رہی تھی

ہوا کی صورت ہوا اڑی ہے جو جسم و جاں میں ہوا رہی تھی
حکیم کہتے ہیں ہاتھ مل کر فضول ہر اک دوا رہی تھی

سکون کیسا؟ کہاں کی تسکین عمرِ رفتہ بتا رہی تھی
عدم کی منزل کہاں تلک ہے لحد کسی کی دکھا رہی تھی

کبھی جوانی کبھی بڑھاپا، کبھی ہے بچپن کبھی لڑکپن
بشر کی ہستی عجب ہے ہستی ہزاروں جلوے دکھا رہی تھی

کوئی نہ سمجھا یہ راز کیا ہے یہ بھید کیا ہے یہ بات کیا ہے
خدا کی خلقت کہاں سے آ کر یہ کن منازل کو جا رہی تھی

ہے بدلا گردش نے کیا زمانہ کہ بھائی بھائی کا ہے مخالف
کہاں گئی ہے دلوں کی الفت جو جامِ الفت پلا رہی تھی

گناہ سے توبہ خطا سے توبہ ہمیں ہے لازم جفا سے توبہ
بجز بزرگوں کی نیک نامی کسی کی دنیا میں کیا رہی تھی

یہ فرشِ گل پر تھا فرشِ گوہر نظارہ کرتی ہے چشمِ بینا
جہان سمجھا تھا جس کو شبنم بہار موتی لٹا رہی تھی

تمام قصہ ہے زندگی کا مگر نہ کچھ بھی سمجھ میں آیا
غضب کی غفلت تھی دل پہ طاری جو مجھ کو مجھ سے چھپا رہی تھی

یہ نزع کی گھڑیاں تھیں دکھ کی گھڑیاں یہاں بھی فضل و کرم ہی دیکھا
میں کیوں نہ شاکر ہوں دل سے پیہم کہ اب بھی یادِ خدا رہی تھی

قمرؔ کے داغوں کا یہ سبب ہے نہیں تو کچھ بھی سبب نہیں ہے
میری تمنا کو کیا ہوا ہے ابھی تو یہ مسکرا رہی تھی

پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع

پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ہمیں دس تاریخ کے اندر آجانے پر ہم ادوم کے خریداروں کی خوشنودی کیلئے پرچہ دوبارہ ارسال کر دیتے ہیں اور نو آنے کا نقصان برداشت کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے لیکن باوجود ہماری بار بار اپیلوں کے کئی سجن ایسے بھی ہیں جو دس تاریخ کے اندر شکایت نہیں کرتے بلکہ دو دو تین ماہ بعد لکھ دیتے ہیں۔ کہ ہمیں فلاں مہینوں کے پرچے نہیں ملے۔ اور نہایت سخت الفاظ میں ہم پر گلہ شکوہ کرتے ہیں

ان حالات میں یہی مناسب ہے کہ جن خریداران کو پرچہ وقت پر نہ ملے وہ مہربانی کر کے ہمیں جوابی کارڈ ارسال کیا کریں۔ تاکہ پرچہ دوبارہ ارسال کر نے پر ہم بذریعہ کارڈ انکو مطلع کر دیا کریں۔ کہ ہم نے پرچہ دوبارہ انڈر پوسٹل سرٹیفکیٹ بھجدیا ہے جہاں ہم خریداران کیلئے نو آنے کا نقصان برداشت کرتے ہیں ان کو بھی جوابی کارڈ بھیجکر فراخدلی کا ثبوت دینا چاہیئے۔

نیز نوٹ فرمادیں کہ شکایت اسی ماہ کی دس تاریخ کے اندر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بعد میں ہمارے پاس پرچہ جات سٹاک میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ہم دوبارہ پرچہ بھیجنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ محکمہ ڈاکخانہ کی لاپرواہی یا پوسٹمینوں کی بددیانتی سے ہمیں ہر ماہ پچاس ساٹھ پرچے دوبارہ ارسال کرنے پڑتے ہیں لیکن باوجود اسقدر نقصان برداشت کرنے پر بھی اگر ہمارے خریدار بلاوجہ ناراض رہیں اور اپنی غلطی کا احساس نہ کریں تو وہ کس طرح حق بجانب ہیں؟۔

زیادہ پرچہ جات تو پتہ تبدیلی کے سبب گم ہوتے ہیں اسلئے ہم ادوم کے خریداران سے نویدن کرینگے کہ وہ اپنی فرصت کے پہلے لمحوں میں اپنے پتہ تبدیلی کی اطلاع دفتر ادوم اور اپنے پوسٹماسٹر کو فوراً دیدیا کریں کیونکہ اس لاپرواہی کا نتیجہ ہمارے لئے نقصان اور آپکے لئے خواہ مخواہ کی غلط فہمی اور پریشانی کا موجب ہوتا ہے آشا ہے کہ ادوم کے پریمی اس اہم اور ضروری اپیل کو غور سے پڑھ کر عمل کرینگے۔

مینجر ادوم دہلی

مہرشی یاگیولکیہ اور اُشمست"

زرنگاشت بسنت ہری سنگھ جی ایم اے ایل ٹی پٹیل نگر نئی دہلی

ایک سمے ست سنگ پر پر متھلا دیش کے راجہ جنک نے بہود کھشنا نامک یگیہ اس پریوجن سے کیا۔ کہ اس متھ (بہلنے) سے کئی ایک وِدوان گیانی مہاپرش آ ینگے۔ اور آپس کی بات چیت سے اُسے اُن سے خاص ست سنگ کا لابھ پراپت ہوگا۔ چنانچہ اِس اُدیش سے اُس نے دیش دیشانتروں کے بڑے بڑے یوگیہ براہمنوں کو نمنترن دیا جس کے اندر پرایا کُرو اور پنچال دیش کے براہمن تھے۔ راجہ جنک کا ایک یہ بھی مطلب تھا۔ کہ وہ سوئم بھی اس بات کی پریکھشا کرنا چاہتا تھا۔ کہ اسے اُپدیش دینے کے لئے اُن میں سے سب سے ادھک برہم دیتا کون ہے۔ بس اِس جگیاسا سے اُس نے یگیہ کا آرمبھ کیا تھا۔ اُس نے اِس یگیہ میں دان کے پریوجن سے ایک ہزار بڑی منوہر اور سُندر گئوئیں بھی اکٹھی کیں جن کے سینگوں پر سونے کا پترا مڑھوایا گیا۔ انہاس بتلاتا ہے۔ کہ ایک ایک گئو کے سینگ پر دس دس پاد سورن کا پترا تھا۔ یہ وزن میں آٹھ آٹھ تولے کے قریب بیٹھتا ہے۔

کئی ودوان اِس دان کے پرسنگ پر ایسا ہی سنکیت کرتے ہیں۔ کہ شرتی بھگوتی سوئم اس بات کا اشارہ کرتی ہے۔ کہ ودیا کا ادھیکاری مکھشو ودیا گرہن کال میں ودیا کا داتا آچاریہ کو اوشیہ ہی بہوت چت دکھشنا سے پرسن کرے ورنہ اُس سے لی ہوئی ودیا کبھی بھی پھل نہ ہوگی۔ چنانچہ اس مطلب سے یہاں بھی راجہ جنک نے ودیا رتن (برہم ودیا) سے مکت ہونے کیلئے ایک ہزار گئو اور سورن کے دان کا سنکلپ کیا تھا۔ یہ گانتھا ہم ادم پیاروں کے لئے برہدانیک اُپنشد سے لائے ہیں جس کے اندر ادبھید برہم ودیا سمندھی ہر چاہے۔ ادھیکاری سجن اسے بغور سنیں۔

راجہ جنک نے جب دیکھا کہ سب براہمن اکٹھے ہوگئے ہیں تب اُس نے اُن سب سے مخاطب ہوکر نہایت ادب اور ست کار پوربک نویدن کیا۔ کہ اے مانیہ پوجیہ براہمنو! آپ لوگوں سے جو بھی ادھک ودوان اور برہم ویتا ہو وہ ان گئوؤں کو اپنے گھر لے جاوے۔ اور بس اتنا کہہ کر چپ ہو رہے اور ادھک کچھ نہیں بولے۔ تب کیا تھا تمام براہمن ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر کسی کے بھی ایسا ساہس نہ ہوا۔ کہ وہ گئوؤں کو لے جاوے کیونکہ سب حیران تھے اور اس وچار میں تھے کہ سب کے موجود ہوتے ہوئے بھلا کون اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت ودوان برہم ویتا سمجھے۔ اس سبھا میں مہرشی یاگیولکیہ بھی نمنترت تھے۔ اور آئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے سب کو چپ اور شانت پایا تو انہوں نے اپنے ششیہ سام شروا سے کہا کہ اے سام شروا۔ تم ان تمام گئوؤں کو ہمارے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور سب گئوئیں لے گیا۔ مگر اس کے ایسا کرنے پر تمام براہمن جو اس سبھا میں بیٹھے تھے چونک پڑے اور کپت اور کرودھت ہوگئے نیز سب کے سب مل کر اکٹھے ہی ایک آواز سے بولے کہ یہ یاگیولکیہ ہم سب کے موجود ہوتے ہوئے ہمارا اپمان کرکے کیسے اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت اتم برہم ویتا جانتا ہے۔ چنانچہ سب نے یاگیولکیہ سے کہا کہ اے یاگیولکیہ۔ کیا ایک تم ہی ہم سب کی اپیکشا سریشٹ برہم ویتا مانے جاتے ہو۔ اور کیا ہم سب مورکھ ہیں؟۔ اس اوسر پر اسی کولاہل کے بیچ راجہ جنک کے پروہت اشول نے یاگیولکیہ سے کہا کہ بس پہلے ہم سب کے ساتھ شاستر آرتھ کرو اور پیچھے جیتنے جانے کی صورت میں ان تمام گئوؤں اور سورن کے حقدار تم ہوسکتے ہو ورنہ نہیں۔ اس پر مہرشی یاگیولکیہ نے اُن تمام سے اتینت نمرتا پوربک نویدن کیا۔ کہ اے براہمنو! میں اپنے آپ کو ایسا ہرگز نہیں سمجھتا ہوں۔ میں تو برہم دت پرشوں کا داس ہوں۔ اور انہیں نمسکار کرتا ہوں۔ میں گئوؤں کی کامنا والا ہوں۔ آپ سب کو اس کامنا سے رہت دیکھ کر اور خود کو اُن کی کامنا والا جان کر میں نے یہ تمام گئوئیں اپنے ستھان میں بھجوا دی ہیں۔ مگر اتنے سے اُن کا سنتوش نہ ہوا۔ اس لئے پھر انہوں نے یاگیولکیہ سے کہا کہ ہرگز ایسی بات نہیں تم برہم دت ہونے کا ابھیمان رکھتے ہو۔ اس لئے ہم سب براہمنوں کا نرادر کرکے یہ تمام گئوئیں تم نے اپنے گھر پہنچا دی ہیں۔ اتاہ پہلے ہمارے پرشنوں کا اتر دو۔ اور پھر اپنے آپ کو اس ساری سمپتی کا مالک سمجھو۔

اے پاٹھک گن۔ یہی ایشور کی پربل دچتر مایا ہے۔ کہ اس قدر ودیا میں یوگیتا رکھتے ہوئے بھی اُن تمام براہمنوں کے دھن کا لالچ نہیں چھوٹا اور نہ ہی اُن کا آپس میں دویش بھاو ہی گیا تھا۔ کیونکہ وہ سب کے سب اسی لالچ کی وجہ سے ایک دوسرے کو مرنے مارنے کے لئے بھی تیار ہو گئے تھے۔

اور یہ ٹھیک ہے کہ فقط ودّیا کے ادھین ادھیاپن سے وشیوں کی ترشنا کدا چت نورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ودّیا کا ابھیمان اُتپن ہو جانے سے راگ دویش کی اگنی اور بھی ادھک پرچنڈ ہو جاتی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ اس راگ دویش کا پربھاؤ مہرشی یاگیولکیہ پر مطلق نہیں پڑا۔ کیونکہ اُس نے اننت شانت ہردے سے اُن تمام براہمنوں سے نمرتا پوربک نویدن کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو برہم ویتا نہیں سمجھتا۔ بلکہ تمام برہم ویتاؤں کو نمسکار کرتا ہے۔ اور بس اسی طرح کے ویوہار کا پیچھے ہی اُس کے ٹھیک برہم وِت ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ کیونکہ برہم گیانی مہاپرش کا ایسا سبھاؤ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ شانت رہتا ہے۔

تب کیا تھا انھوں نے جھٹ ہی یاگیولکیہ سے پرشن کرنے شروع کر دیئے۔ یاگیولکیہ نے اُن سب کا سمادھان کیا۔ مگر اشول چپ نہ رہا۔ اور اس نے پرشنوں کی بوچھاڑ یاگیولکیہ پر پھینکی۔ آخر جب سب پرشنوں کا تسلی بخش اُتر پا چکا تو خود بخود چپ ہو گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے باری باری اُن سب براہمنوں نے الگ الگ وشیوں پر یاگیولکیہ سے پرشن کئے جن سب کا سمادھان کیا گیا۔ مگر اس وقت ہمیں اُن پرشنوں یا اُن کے سمادھان سے پرلوجن نہیں کیونکہ ہمیں تو صرف اپنے اس مضمون میں مہرشی یاگیولکیہ اور اُشست براہمن کا سمباد کہنا ہے چنانچہ جو کچھ بھی اُشست براہمن نے پرشن کے روپ میں مہرشی یاگیولکیہ سے پوچھا اور جو کچھ بھی مہرشی جی نے کہا وہ ایک اپوربَ برہم ودّیا کا پرکرن ہے جس کے لئے ہم نے یہ لمبی چوڑی کتھا پرارمبھ کی تھی۔ لہٰذا اب اُسے بغور سنیئے چکر کے پتر اُشست نے کہا۔ اے یاگیولکیہ۔

यत्साक्षादपरोक्षात ब्रह्म य आत्मा सर्वान्तरः तं मे व्याचक्ष्व इति।"

ارتھات جو ساکشات اپروکش برہم ہے۔ اور جو سرب انتر آتما ہے۔ اُس کو تم میرے پرتی کہو۔

اس پرشن میں اُشست براہمن نے یاگیولکیہ سے یہ ہی چھل کیا تھا۔ کہ چونکہ برہم سُنہ پرکاش اور آتما سرو انتر ہے۔ وہ کسی بھی اندریہ الھوا انتہ کرن کے وشئے نہ ہونے سے کہے نہیں جا سکتے۔ تو بھی اگر یہ یاگیولکیہ انہیں کہے گا۔ تو یقیناً غلطی کھائیگا اور اسی وجہ سے پکڑا بھی جائے گا۔ اور ہار جانے کی صورت میں سمست دھن کے لینے کا بھی حقدار نہ ہوگا۔ بس اسوجہ سے اُشست نے اُسے دھوکہ دینے کی غرض سے اُس سے ساکشات اپروکش برہم اور سرب انتر آتما کے وشئے میں پرشن کیا تھا۔ مگر یاگیولکیہ جی انجان نہ تھے انہوں نے اس کی چال کو پہچان لیا۔ اور اُسے ایسے ڈھنگ سے اُتر دیا۔ کہ وہ لاجواب ہو گیا چنانچہ وہ جواب یہ تھا۔

"एष त आत्मा सर्वान्तरः"।

یعنی یہ تمہارا آتما ہی سرو انتر ہے۔ ——— رشی جی کا مطلب تھا کہ تمہارے استھول اور سوکشم دونوں شریروں کا وہ آتما ادھشٹان ہونے سے سرو انتر ہے اور برہم سے ابھن ہونیکے کارن ساکشات اپروکش بھی ہے اتاہ۔ تم خود ہی اسکو پہچانو وہ اور طرح سے کہا نہیں جا سکتا لیکن ایسا معقول جواب پانے پر بھی اُشست چپ نہ رہا۔ اور پھر بولا۔

"कतमो याज्ञवल्क्य सर्वान्तरः"

کہ اے یاگیولکیہ کس طرح وہ سرو انتر ہے۔ اس پر اسے اور بھی سپشٹ کرنے کے لئے اُپادھی دوار کو اولمبن کر کے یاگیولکیہ نے پھر اُتر دیا۔ اور کہا۔

"यः प्राणेन प्राणिति स त आत्मा सर्वान्तरो।
यो ऽपानेनापानिति स त आत्मा सर्वान्तरो।
यो व्यानेन व्यानिति स त आत्मा सर्वान्तरो।
य उदानेनोदानिति स त आत्मा सर्वान्तरो।
एष त आत्मा सर्वान्तरः"॥

ارتھات جو پران اپادھی کو آلمبن کر کے پرانن کریا کرتا ہے۔ جو اپان اُپادھی سو آلمبن کر کے اپانن کریا کرتا ہے جو ویان اپادھی کو آلمبن کر کے ویانن کریا کرتا ہے اور اُدان کریا کو آلمبن کر کے اُدانن کریا کرتا ہے۔ وہ ہی آتما سرو انتر ہے۔ اے اُشست یوں یہ تمہارا آتما ہی سرو انتر ہے۔

اس طرح مہرشی یاگیولکیہ جی نے اُشست کے ناپُش ساکشات برہم کا سرو آتم روپ سے نروپن کیا۔ اے پاٹھک گن۔ چونکہ من اور بانی کا وشئے نہ ہونے کے کارن اور ساکشات اپروکش یعنی سوئم پرکاش ہونے سے بھی یہ نرا اپادھک اور نردویش تتو زبان سے کہا نہیں جا سکتا تھا۔ اسلئے آچاریہ یاگیولکیہ جی نے پران آدی اپادھی کو آشرے کر کے ایسا اُتر دیا۔ ورنہ اور صورت نہ تھی۔ کیونکہ چپ رہنے کی حالت میں بھی "یاگیولکیہ اس پرشن کا سمادھان نہیں جانتا" ایسا ہی

انوبان اُشست کو ہوجاتا۔ یوں مہرشی جی نے نہایت اعلےٰ طریق پر پرشن کا اُتر دیا۔ اور اشارۃً یہ بھی بتلایا کہ وہی ساکھشات اپروکھش برہم سروآنتر آتما ہے جس کے ستا پرساد کو پاکر جملہ پران آدی وایو اپنا اپنا ویاپار اس شریر کے اندر کر رہے ہیں۔ بلکہ اور اور بھی اندریے اور انتہ کرن کا سمرتھ و سامرتھ اسی آتما سے سادھے کیوں کہ سب کی استی اور شکتی یہی ہے۔

لیکن ایک ہزار گودان اور اس پر بھی جب کہ وہ کافی سورن سے سنکیت ہو اُشست براہمن کب برداشت کر سکتا تھا کہ یہ یاگیولکیہ اس قدر دھن کھلا ہی لے جاوے۔ چونکہ اس سمست دھن کا لالچ اُس کے سامنے تھا اس لئے اس بات کو بالکل سہن نہ کرتا ہوا وہ پھر بولا۔ اے یاگیولکیہ جس طرح کوئی کسی سے کہے دیکھو وہ گائے ہے وہ گھوڑا ہے، ٹھیک اسی طرح تم بھی اس آتما کو میرے پرتی دکھاؤ۔ تم نے اس کے دکھانے کی پرتگیا کی ہے۔ مگر اسے ساکھشات نہ دکھلا کر پران آدی اُپادھی کو آلمن کر کے اور ہی طرح سے اس کا نروپن کر رہے ہو یہ ٹھیک نہیں۔ اتاہ جو ساکھشات اپروکھش برہم ہے اور جو سروآنتر آتما ہے۔ اسے میرے پرتی پھر کہو۔

اس پر یاگیولکیہ نے کہا۔ " एषत आत्मा सर्वान्तरः " ارتھات تمہارا آتما ہی سروآنتر ہے چنانچہ پہلے والے شبد ہی پھر دوہرا دیئے۔ نئی بات کچھ بھی نہ کہی۔ لیکن اُشست نے پھر پوچھا اور پرتی اُتر کے لئے انورودھ کیا اس پر یاگیولکیہ نے جواب دیا۔

"न दृष्टे द्रष्टारं पश्येः
न श्रुतेःश्रोतारं शृणुयात्
न मतेर्मन्तारं मन्वीया
न विज्ञातेर्विज्ञातारं विजानीया
एषत आत्मा सर्वान्तरः"

ارتھات اے اُشست۔ تو درشٹی کے درشٹا کو مت دیکھ۔ شرتی کے شروتا کو مت سن۔ متی کے منتا کو مت منن کر۔ اور وگیان کے وگیاتا کو مت جان۔

مطلب مہرشی یاگیولکیہ جی کا یہ تھا کہ گئو اور گھوڑے کی طرح تو اس برہم آتما کو دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہ ہی جان سکتا ہے۔ کیونکہ یہ من اور اندریوں کا وشے نہیں۔ چونکہ کسی بھی حالت میں تو اسے گھٹ پٹ کی طرح الگ روپ سے جان نہیں سکے گا اس لئے اس بات کے لئے تو کوشش بھی مت کر کیونکہ یوں تمہاری تمام کوششیں ویرتھ ہو جائیں گی۔ اُشست دانا تھا سب بات سمجھ گیا۔ کیونکہ مہرشی یاگیولکیہ کا یہ سمادھان شاستر سنگت اور صحیح تھا۔ لہذا پھر کچھ نہ بولا۔ اس نے من ہی من میں نشچے کیا۔ کہ وہ کسی بھی طرح اس یاگیولکیہ کو شاستر ارتھ میں جیت نہیں سکتا۔ لہذا دھن کی لالسا چھوڑ کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ اور پھر کچھ نہ پوچھا۔

اے سجنو! یہ ہے سنکشپت روپ سے مہرشی یاگولکیہ اور اُشست براہمن کا سنواد جسے ہم راجہ جنک کی سبھا میں برہد آرنیک اُپنشد کے اندر سنتے ہیں۔ لب و لباب اس سارے پرکرن کا یہ ہے۔ کہ یہ برہم تتو اپنے سروپ سے کسی بھی اندریے اتھوا انتہ کرن کا وشے نہیں چنانچہ شرتی بھگوتی یہی بات ہم سب پر درسانا چاہتی ہے۔ ہاں اگر اُپادھی کا اولمن ہو تو ہم اُس کے ساوپادھک سروپ کو پروکھش روپ سے جان سکتے ہیں۔ لیکن اگر نر اُپادھک سروپ کو جاننا چاہیں تو سوائے اس کے کہ تمام اپادھی کا نرودھ ہو اور اُپائے نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس سروپ کے ساکھشاتکار کے لئے نروکلپ یوگ انوشٹھان کیا جاتا ہے۔ جس کے پری پاک ہونے پر یہ تتو آتم سروپ سے خود بخود انوبھو میں آجاتا ہے۔ اور یہی تھا مطلوب۔ باقی اس بارے میں اگر مزید جاننا چاہیں تو ہمارے سابقہ مضمون بعنوان "تمہارا آتما" میں اس کی تلاش کریں۔ یہ وشاعت ہم اوم پیاروں کے لئے آج سے قریباً بیس سال پہلے ماہ دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء میں دے چکے ہیں۔ اور اس وقت اس قدر ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اوم شم۔ شری سچدانند آتمنے نمہ۔

فلسفۂ رُوح

از:- شری روشن پیٹالوی بی-اے

(شریمد بھگوت گیتا کے دوسرے ادھیائے کے کُچھ شلوکوں کا بھاوارتھ)

ہماری رُوح لافانی ہے ہرگز مر نہیں سکتی
اثر دُنیا کی کوئی چیز اس پر کر نہیں سکتی

یہ وُہ شے ہے کہ آتش بھی جلا سکتی نہیں اسکو
نمی آبِ خُنک کی بھی گلا سکتی نہیں اسکو

ہوا ہے تند جھونکوں کا اثر بے کار ہے اس پر
عبث دیوِ اجل کا بھی ہر اک ہتھیار ہے اس پر

نہیں ہوتی یہ پیدا اور مرتی بھی نہیں ہے یہ
یہ شامل ہے مگر کُچھ کام کرتی بھی نہیں ہے یہ

ازل سے تا ابد یہ ایک ہی حالت پہ قائم ہے
سراپا راز ہے یہ مصدرِ اسرار دائم ہے

کوئی پروا نہیں ہوتی ہے اسکو رنج و راحت کی
نہیں قیمت کوئی اس کے لئے افلاس و دولت کی

کسی اوزار سے بھی چوٹ لگ سکتی نہیں اس پر
نہیں کر سکتی گھائل اس کو کوئی اینٹ یا پتھر

نہیں ہے شکل گو اس کی مگر احساس ہوتا ہے
خیالِ نیستی کو جو ہمارے دل سے کھوتا ہے

لباسِ تن کو انساں جس طرح تبدیل کرتا ہے
مکیں اس کا پرانے جسم کا جامہ بدلتا ہے

محیطِ کُل ہے ساکن ہے ضیائے نورِ قدرت ہے
اٹل ہے اسکی ہستی دُور از فہم و فراست ہے

پرانی بھی نئی بھی، یہ ہے ظاہر اور پوشیدہ
نہیں دیکھا کسی نے اختلاف ایسا نہیں دیکھا

ہے اس پر ہی مدارِ ہستئ فانی جہاں والو
ہمیشہ دیدۂ باطن سے تم اس پر نظر ڈالو

انہسا کے اوتار

بھگوان مہاویر اور دیوالی کا اُتسو

کسی بھی قوم یا ملک کے تہوار ہمیں اس قوم یا ملک کی تہذیب و تمدن کی یاد دلاتے ہیں۔ تہوار آبِ حیات کا وُہ چشمہ ہوا کرتے ہیں جن سے عوام کی زندگی وقتاً فوقتاً نئی روح اور تروتازگی حاصل کرتی رہتی ہے۔ آج سے تقریباً تین ہزار برس پہلے کی بات ہے۔ وہ زمانہ بھارتی اتہاس میں جہالت کے زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ وقت ایشیا کے لئے زبردست زوال کا وقت تھا۔ فلسفیانہ خیالات کی جگہ اندھ وشواس نے لے رکھی تھی۔ عوام اندھ وشواس اور توہم پرستی ہی میں اپنے فرائض کی تکمیل سمجھے ہوئے تھے۔ اخلاقی نکتہ نگاہ سے بھی وہ زمانہ سخت گراوٹ کا زمانہ تھا۔ اس وقت کی مجلسی تنظیم ذات پات کے زہریلے اصولوں پر مبنی تھی۔ چھوت چھات کے نام پر کروڑوں انسانوں کو انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اور چاروں طرف ہنسا کا ہاہاکار بڑے زور سے مچ رہا تھا۔ دھرم کے مقدس نام پر قربانیاں ہو رہی تھیں۔ بلیاں چڑھائی جا رہی تھیں۔ ایسے پُرآشوب اور بھیانک وقت میں جین دھرم کے چوبیسویں تیرتھنکر اہنسا کے پیامبر بھگوان مہاویر نے اپنے لاثانی اور پُراثر لیکچروں کے ذریعہ لوگوں کو کہا کہ اے دُنیا کے لوگو! ٹھہرو یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ کوئی بہادری نہیں۔ تم نے درندگی اور وحشی پن کا نام بہادری رکھا ہے۔ یہ تو کوئی بہادری نہیں۔ بہادری تو یہ ہے۔ کہ اپنے آپ پر جے حاصل کرو۔ اپنے من میں گھسی ہوئی خود غرضی کو ختم کر دو۔ اپنے سکھ کو قوم کا سکھ بنا دو۔ دیش کے ہر انسان کو ہی نہیں بلکہ ہر حیوان پشو اور پکشی کو بھی اپنا سمجھو۔ انہیں مارو نہیں، ستاؤ نہیں۔ تم اپنے قول و فعل سے دُنیا کو دکھا دو۔ کہ کسی بھی جیو کی ہنسا کرنا، ایک زبردست گناہ ہے۔ بھگوان مہاویر نے ڈنکے کی چوٹ سے دُنیا کو بتایا کہ دھرم کا تعلق روح کی پاکیزگی سے ہے۔ نہ کہ بیچارے بے گناہ جانوروں کا خون بہانے میں۔ جب ہم کسی مُردے میں جان نہیں ڈال سکتے تو کسی کی جان لینے کا ہمیں کیا حق ہے۔ پاؤں میں ذرا سا کانٹا لگ جانے سے ہم بے چین ہو جاتے ہیں۔ تو پھر جن کے گلے پر چھُریاں چلتی ہیں ان کو کتنا دُکھ ہوتا ہوگا۔ اس لئے آپ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ آپ سب سے نیکی کا برتاؤ کریں۔ جو شخص جیسا بیج بوتا ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے۔ بھگوان مہاویر نے اہنسا، ستیہ، پریم اور سیوا متری بھاو (آپسی پریم) کے ساتھ زندگی کو بسر کرنا سکھایا اور کہا کہ سچا دھرم دین دکھیوں کی سیوا میں ہے۔ دھرم ان کی جھونپڑیوں میں رہتا ہے۔ ان کی آہوں کراہوں اور سانسوں میں ہی ستیہ دھرم پُکار رہا ہے۔ بھگوان مہاویر نے اس اہنسا کانڈ کے خلاف زبردست آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔

सर्वे जीवा: वि इच्छन्ति जीवितुं

ارتھات:۔ وشو میں جتنے بھی پرانی ہیں۔ ان سب کو اپنا جیون پیارا ہے۔ اس لئے خود جیو اور دوسروں کو جینے دو۔

بھگوان مہاویر نے انسان اور انسان میں امتیاز رکھنے والی ان ناپاک دیواروں کو چکنا چُور کر دیا۔ اور بتایا کہ آتما کی ترقی کا صحیح راستہ سب کے لئے یکساں ہے۔ کوئی بھی انسان جنم سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہوتا۔ اچھا یا بُرا ہونا بنیادی طور پر انسان کے اپنے اچھے اور بُرے اعمال پر منحصر ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے اخلاق کو ہر لحاظ سے اونچا کرنا چاہیئے۔ بھگوان مہاویر نے جو کچھ کہا اسے اپنے عملی جیون میں لا کر مجلسی زندگی میں انقلابِ عظیم کی خواہش پیدا کی۔ ہری کیشی جیسے چنڈال بھی بھگوان کے زبردست بھگت تھے۔

بھگوان مہاویر کی بتائی ہوئی اہنسا سے دُنیا بھر میں کل پرانیوں کو شانتی کا اُپدیش ملا۔ دھرم کے نام پر لاکھوں مارے جانے والے پشوؤں کو شانتی ملی۔ انہوں نے دُنیا کو بتایا کہ دھرم اور ستیہ سب کچھ تمہارے اپنے اندر ہے۔ ذرا تم اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کرو

بھگوان مہاویر نے جس دیا اور اہنسا کا پرچار کیا تھا۔ وہ بہادروں، طاقت وروں اور ہمت والوں کی اہنسا تھی۔

آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے بھگوان مہاویر نے دیپاولی کی شبھ راتری کو پاوا پوری (پٹنہ) میں ۷۲ سال کی عمر میں نروان پایا۔ اس وقت بھگوان کے پاس اٹھارہ دیشوں کے راجے مہاراجے موجود تھے۔ ہم دیوالی کا تہوار بھگوان مہاویر کے نروان پراپت کرنے کی خوشی میں مناتے ہیں آج ان کے نروان کا دن ہے۔ آؤ ہم سب مل کر بھگوان مہاویر کے بتائے ہوئے ستیہ اور اہنسا کے مارگ پر چلنے کا عہد کریں۔

اوم شم

رسالہ اوم، دہلی کے پاکستانی خریدار صاحبان کیلئے سالانہ خریدار بننے کا طریقہ

کسی بھی مقامی بنک کو یہ درخواست دیں کہ وہ رسالہ 'اوم'، دہلی کے خریدار بننا چاہتے ہیں۔ اس لئے رسالہ 'اوم' کی سالانہ قیمت -/۷ روپیہ کے عوض ایکسچینج ڈرافٹ دیا جاوے۔ اس درخواست پر آپ کو ڈرافٹ مل جائے گا۔ جسے آپ بذریعہ رجسٹری رسالہ 'اوم'، دہلی کے نام بھیج دیں رجسٹری لفافہ ملتے ہی رسالہ 'اوم' آپ کے نام جاری ہو جائے گا۔ سالانہ چندہ بذریعہ پوسٹل آرڈر ہرگز نہ بھیجیں

مینجر رسالہ 'اوم'، دہلی ۶

مصرعہ - محبّت سے بنا لیتے ہیں اپنا دوست - دشمن کو

شمعِ محبّت

از قلم - ڈاکٹر راج بہادر ورما راز بریلوی

(نوٹ :- صرف نشیمن کے قافیہ پر طبع آزمائی کی گئی ہے)

یہی خطرہ لگا رہتا ہے ہر دم اہلِ گُلشن کو
ضرر پہنچے نہ کوئی برق سے شاخِ نشیمن کو

سجا کر حُسن کے جلوؤں سے اور شمعِ مُحبّت سے
بڑھانا چاہتا ہوں زینتِ حُسنِ نشیمن کو

میں محوِ بیخودی ہو کر قفس میں یاد کرتا ہوں
کبھی صُبحِ نشیمن کو کبھی شامِ نشیمن کو

دیئے جب بُجھ گئے ہر جلوۂ صُبحِ بہاراں کے
چراغِ برق سے روشن کیا اپنے نشیمن کو

دہکتا رہ گیا جو تیری صحبت کا نشان دل میں
جلو دیتا ہے اب وہ ہی اندھیرے میں نشیمن کو

شفق زاروں میں عکسِ برق سے جب جگمگاتا ہے
کوئی خورشید کہتا ہے قمر کوئی نشیمن کو

اذیت برق و باراں کی اُٹھا کر جس نے پالا ہے
کوئی بھُولے تو بھُولے کس طرح اپنے نشیمن کو

وہی دو چار تنکے عیشِ دُنیا کی نشانی ہیں
بناتے ہیں جو اپنا رازداں شاخِ نشیمن کو

اندھیری رات میں بدلی ہے اور تاریک عالم ہے
بچائیں یا خُدا ہم برق سے کیسے نشیمن کو

ارے بدبین نگاہِ بد کسی پتھر سے ٹکرائے
نظر میلا نہ کر دے تیری تصویرِ نشیمن کو

سہارا چار تنکوں کا میری ہمت بڑھاتا ہے
سجاتا ہوں میں برقِ ناز سے اپنے نشیمن کو

نہ وہ بھی کام آیا وقتِ آخر چھُٹ گیا مجھ سے
بچایا سو طرح کی آفتوں سے جس نشیمن کو

میں شاخِ برق سے اے رازؔ تنکے مانگ لایا ہوں
جلائیگا کوئی اب کیا میرے شاخِ نشیمن کو

نارورن ریلوے

نوٹس

مورخہ یکم اکتوبر 1963ء سے ٹائم ٹیبل میں عام تبدیلی کی جارہی ہے اور چند منفرد گاڑیوں کی رفتار ذرا تیز کی جارہی ہے خاص خاص تبدیلیاں حسب ذیل ہوں گی۔

1۔ نئی گاڑیاں جو جاری کی گئیں

(i) 83 اپ / 84 ڈاون ایکسپریس مابین دہلی اور لکھنؤ براستہ کان پور

(ii) 1 این ڈی الیف / 2 این ڈی الیف مابین نئی دہلی اور فرید آباد

(iii) 3 ڈی پی / 4 ڈی پی مابین دہلی اور پانی پت

(iv) 5 ایس یو مابین سہارنپور اور انبالہ چھاؤنی

(v) 2 ایس یو مابین انبالہ شہر اور سہارنپور۔

2۔ گاڑیاں جن میں توسیع کی گئی

(i) دہلی صفدر جنگ اور نئی دہلی کے مابین چلنے والی 3 این ڈی ایس / 2 این ڈی ایس شٹل گاڑیاں غازی آباد سے اور تک بڑھادی گئی ہیں۔ اور ان کے نئے نمبر 1 ڈی ایس جی / 2 ڈی ایس جی کر دیئے گئے ہیں۔

(ii) دہلی صفدر جنگ اور نئی دہلی کے مابین چلنے والی 1 این ڈی ایس / 4 این ڈی ایس شٹل گاڑیاں دہلی کشن گنج سے اور تک بڑھادی گئی ہیں اور ان کے نئے نمبر 4 ڈی این کے / 3 ڈی این کر دیئے گئے ہیں۔

(iii) پانی پت جیند دہلی کشن گنج کے مابین چلنے والی 2 کے جے پی ڈیزل ریل کار دہلی تک بڑھادی گئی ہے۔

(iv) دہلی کشن گنج اور شکور بستی کے مابین چلنے والی 1 کے ایس بی ڈیزل ریل کار بڑھادی گئی ہے۔ جو دہلی سے چلا کرے گی۔

(v) ایٹہ اور برہان کے مابین چلنے والی 1 ای بی / 2 ای بی گاڑیاں ٹنڈلہ سے اور تک بڑھادی گئی ہیں۔

(vi) ریواڑی اور چورو کے مابین چلنے والی 1 بی آر سی / 2 بی آر سی پسنجر گاڑیاں رتن گڑھ سے اور تک بڑھادی گئی ہیں۔ اور ان کے نئے نمبر 3 بی آر آر / 4 بی آر آر کر دیئے گئے ہیں۔

3۔ گاڑیاں جن کا رُخ تبدیل کیا گیا۔

(i) ٹنڈلہ اور دہلی سیکشن پر 353 اپ / 354 ڈاؤن فرخ آباد اور دہلی کے مابین بطور 1 الیف ٹی ڈی / 2 الیف ٹی ڈی چلا کرے گی۔

(ii) 4 اے ٹی الیف / 3 اے ٹی الیف جو آگرہ کینٹ اور فرخ آباد کے مابین چلتی ہے اب آگرہ کینٹ اور کان پور کے مابین چلا کرے گی۔ ای ٹی ڈبلیو اور سی این بی کے مابین ان گاڑیوں کے اوقات وہی ہوں گے جو 1 سی پی ای / 2 سی پی ای کے ہیں۔

4۔ گاڑیاں جو منسوخ کی گئیں

(i) 351 اپ مابین سہارنپور اور انبالہ

(ii) 352 ڈاون مابین انبالہ شہر اور سہارنپور

(iii) 353 اپ مابین لکھنؤ اور دہلی

(iv) 354 ڈاون مابین دہلی اور لکھنؤ

(v) 1 سی پی ای مابین کان پور اور اٹاوہ

(vi) 2 سی پی ای مابین اٹاوہ اور کان پور

(vii) 3 اے ٹی الیف مابین فرخ آباد اور آگرہ کینٹ

(viii) 4 اے ٹی الیف مابین آگرہ کینٹ اور فرخ آباد

(ix) 9 کے ایس مابین کالکا اور شملہ

(x) 10 کے ایس مابین شملہ اور کالکا۔

5۔ نئے کنکشن جو مہیا کئے گئے

(i) 2 این جے کا 6 جے این ایل (سابقہ 4 جے این ایل) کے ساتھ نکودر میں

(ii) 1 ایل جے کا 4 ایل ایس کے ساتھ لدھیانہ میں

(iii) 9 جے ایچ کا 350 ڈاون کے ساتھ جالندھر کینٹ میں۔

(iv) 347 اپ کا 4 ایل الیف کے ساتھ فیروزپور کینٹ پر

(v) 1 ایس ایف کا 7 اپ کے ساتھ شکوہ آباد پر

(vi) 1 جے ایم بی کا 3 بی بی بی کے ساتھ بیکانیر پر۔

(vii) 354 ڈاون اور 361 ڈاون کا 1 بی ڈی بس کے ساتھ دہلی پر

(viii) 351 اپ کا 19 اپ کے ساتھ ٹکسر پر

6۔ گاڑیوں کے اوقات میں خاص خاص تبدیلیاں

(i) نمبر 60 ڈاون سری نگر ایکسپریس نئی دہلی 40-8 بجے کی بجائے 8 بجے پہنچا کرے گی۔

(ii) نمبر 28 ڈاون فلائنگ میل (سابقہ امرتسر میل) نئی دہلی 20/21 بجے کی بجائے 5-21 بجے پہنچا کرے گی۔

(iii) نمبر 27 اپ فلائنگ میل (سابقہ امرتسر میل) امرتسر 22 بجے کی بجائے 35-21 بجے پہنچا کرے گی۔

(iv) نمبر 118 اپ مدراس جنتا دہلی سے 45/11 بجے کی بجائے 35/11 بجے چلا کرے گی۔

(v) نمبر 37 اپ پنجاب میل فیروز پور 55-6 بجے کی بجائے 35-6 بجے پہنچا کرے گی

(vi) 38 ڈاون پنجاب میل فیروز پور سے 50-20 بجے کی بجائے 10-21 بجے چلا کرے گی۔ (vii) 1 بی۔ ڈی بی دہلی بھٹنڈہ فاسٹ پسنجر دہلی سے 5-14 بجے کی بجائے 15-0 بجے چلا کرے گی۔ اور بھٹنڈہ 55-1 بجے پہنچے گی۔

(viii) 12 ڈاون دہلی ہوڑہ ایکسپریس دہلی سے 10-22 بجے کی بجائے 5-22 بجے چلا کرے گی اور مغل سرائے 50-13 بجے پہنچے گی۔

(ix) 93 اپ جودھ پور میل دہلی سے 30-19 بجے کی بجائے 10-20 بجے چلا کرے گی

(x) 13 جے اپ دہلی اجمیر پسنجر دہلی سے 5-20 بجے کی بجائے 20-19 بجے چلا کرے گی

(xi) 2 بی آر بیکانیر ریواڑی پسنجر بیکانیر سے 5-8 بجے کی بجائے 20-9 بجے چلا کرے گی۔ اور ریواڑی 20/22 بجے پہنچا کرے گی۔

(xii) 1 جے ایم بی بیکانیر میرتا روڈ پسنجر بیکانیر سے 45-3 بجے کی بجائے 40-7 بجے چلا کرے گی۔

(xiii) 11 اپ ہوڑہ دہلی ایکسپریس دہلی - 6 بجے کی بجائے 20-6 بجے پہنچا کرے گی۔

(xiv) 67 اپ ہوڑہ بمبئی ہفتہ میں دو روزہ جنتا ایکسپریس مغل سرائے سے 2 0/4 بجے کی بجائے 3/7 بجے چلا کرے گی اور الہ آباد 55-5 بجے پہنچا کرے گی۔ اور وہاں سے 15-6 بجے چلا کرے گی۔

(xv) 48 ڈاون وارانسی ایکسپریس الہ آباد 25-7 کی بجائے 25-10 بجے پہنچا کریگی۔ اور وہاں سے 50-10 بجے چل کر وارانسی 45-14 بجے پہنچا کریگی۔

(xvi) 42 ڈاون مسوری ایکسپریس دہلی 15-6 بجے کی بجائے -/6 بجے پہنچا کرے گی۔

(xvii) 9 اپ ڈیرہ دون ایکسپریس دہرہ دون 15-6 بجے کی بجائے 50-9 بجے پہنچا کرے گی۔

(xviii) 3 جے ایم بی بدواسی میرتا روڈ پسنجر بدواسی سے 17-5 بجے کی بجائے 30-5 بجے چلا کریگی۔ اور میرتا روڈ 45-9 بجے پہنچا کریگی۔

(xix) 4 جے ایم بی میرتا روڈ بدواسی پسنجر میرتا روڈ سے 10-10 بجے کی بجائے 40-22 بجے چلا کریگی اور بدواسی 16-3 بجے پہنچا کرے گی۔

(xx) 108 اپ لکھنؤ جھانسی پسنجر لکھنؤ سے 30-0 بجے کی بجائے 15-19 بجے چلا کرے گی۔

7 - (الف) گاڑیوں سے ائیر کنڈیشنڈ اکموڈیشن کی منسوخی

(i) دہلی اور بیکانیر کے مابین (مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء سے) 91 اپ اور 92 ڈاون بیکانیر میل سے ایرکنڈیشنڈ اکموڈیشن ہٹالی جاوے گی۔

(ii) دہلی اور دہرہ دون کے مابین (16 اکتوبر ۱۹۶۳ء سے) 41 اپ اور 42 ڈاون مسوری ایکسپریس سے ایرکنڈیشنڈ اکموڈیشن ہٹالی جاوے گی

7۔ (ب) منفرد/ سیکشنل کیرجوں کا اجراء

گاڑی نمبر	اکموڈیشن کا درجہ	تعداد بوگیاں
(i) کان پور سینٹرل دہلی 183 اور 184	I اور III	ایک
(ii) " " " 39 اور 40	III	ایک
(iii) الہ آباد۔ دہلی 11 اور 12	I	ایک

7۔ (پ) I اور II کلاس اکموڈیشن کا انتظام

دہلی ایریا میں چلنے والی مندرجہ ذیل لوکل شٹل گاڑیوں میں I اور II کلاس اکموڈیشن مہیا کی جاوے گی۔

گاڑی نمبر	سٹیشن مابین
(i) 1 ڈی ایس جی/ 2 ڈی ایس جی	دہلی صفدر جنگ، نظام الدین(؟) غازی آباد
(ii) 1 ڈی این کے تا 4 ڈی این کے	دہلی صفدر جنگ، دہلی کشن گنج
(iii) 1 ڈی این ایس/ 2 ڈی کے ایس	دہلی صفدر جنگ شکور بستی/ روہتک
(iv) 1 ڈی این ڈی/ 2 ڈی این ڈی	دہلی صفدر جنگ، دہلی

اہنسا دھرم

از : [illegible]

ایک بستی میں سانپ رہتا تھا
ہر زباں پر اُسی کا چرچا تھا
ایک سادھو وہاں سے جب گذرا
سانپ کے وہ قریب کچھ آیا
اس طرح ہر کسی کو کچھ نہ کہو
اب اہنسا ہی پرمو دھرما ہے
بات سادھو کی سانپ نے مانی
بے ضرر اب پڑا وہ رہتا تھا
سادھو کا پھر گذر ادھر سے ہوا
چیونٹیاں اس کو اب ستاتی تھیں
اس میں ہلنے کی بھی نہ تھی ہمت
ایسا سادھو نے حال جب پوچھا
کیسی حالت بنائی ہے تم نے
دیکھ کر اس فقیر کو بولا
اپنی حالت میں کس زباں سے کہوں
کوئی پتھر یہ جب اٹھاتے ہیں
جب نشانہ کسی سے چوک گیا
یہ تو بچوں کی بات ہے چھوڑو
کیا کہوں ہیں جو بڑے بوڑھے
لاٹھیاں لے کے دوڑے آتے ہیں
کوئی ہاتھوں میں تھام لیتا ہے
میری گردن مروڑتا ہے کوئی
کون حالت پہ رحم کھاتا ہے
مرتا ہوں پھر بھی کچھ نہیں کہتا
آپ کی بات میں نے مانی ہے
سانپ کی بات سن کے وہ بولا
وہ سبق جو تجھے دیا میں نے

آتے جاتے کو راہ میں ڈستا تھا
بستی والوں کو جاں کا کھٹکا تھا
اور اُس نے یہ حال سب دیکھا
لب اعجاز سے یوں فرمایا
سب کو آرام سے گذرنے دو
ہم نے اس راستے پہ چلنا ہے
دل میں تعمیل کرنے کی ٹھانی
آتے جاتے کو کچھ نہ کہتا تھا
سانپ کو کچھ نڈھال سا دیکھا
گرد مکھیاں بھی بھنبھناتی تھیں
جسم سارا لہو سے تھا لت پت
سانپ سے پھر اس کا سبب پوچھا
کون سی چوٹ کھائی ہے تم نے
سانپ نے مشکلوں سے منہ کھولا
میں تو بچوں کا اب کھلونا ہوں
تو نشانہ مجھے بناتے ہیں۔
اور پتھر اُٹھا کے دے مارا
اس کا رُخ دوسری طرف موڑو
آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پورے
ادھ موا مجھ کو کر کے جاتے ہیں
مجھ سے رسی کا کام لیتا ہے
میرے دانتوں کو توڑتا ہے کوئی
جو بھی آتا ہے سر دباتا ہے
ہر گھڑی جور و ظلم ہوں سہتا
دیکھ لو اس کی یہ نشانی ہے
ارے نادان تو تو ہے بھولا
یاد ہے کچھ کہا تھا کیا میں نے

ڈنک ہرگز نہ یوں کسی کو مار
کب کہا تھا کہ چھوڑ دے پھنکار

لکشمی یعنی دولت

از قلم ترقی کماری شنتی رام جی چاولہ لدھیانہ

دولت کی طاقت

دولت خرمن بھی ہے برق خرمن بھی ہے
یہ تیر کی بھال بھی ہے جوشن بھی ہے
تھوڑا سا اس میں شر تو ہے خیر بہت
گر سانپ ہے یہ تو سانپ کا من بھی ہے
(حالی)

• اگر یہ سوال ہو کہ دنیا کا سب سے بڑا راجہ یا بادشاہ کون ہے تو جواب ہوگا
مبلغ علیہ السلام

• سب سے بڑی دنیاوی طاقت کونسی ہے؟
مایا۔

• کس کا سکہ ہر جگہ چلتا ہے؟
دولت کا

• سب سے بڑا مددگار کون ہے؟
زر

• دنیا والے کس کے ساتھی اور یار بنتے ہیں؟
زردار کے

• عزیز و اقربا کس سے زیادہ محبت دکھاتے ہیں
روپیہ والے سے

• دنیا میں پوجا کس کی ہوتی ہے؟
لکشمی کی۔

فرزند عزیز میں نہ الفت پائی۔ احباب درفیق میں نہ شفقت پائی
تسخیر کے مرقد پہ یہ کندہ کرنا۔ جو کچھ پائی وہ زر سے راحت پائی

یہ ایسی طاقت ہے۔ کہ جس کے آگے کرۂ ارض کے تمام سلاطین۔ روئے زمین کے کل بادشاہ ہر دم سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں خود نمائی، خود پرستی، ناانصافی اور بے رحمی جیسے بد صفات والا انسان بھی اگر زردار ہے۔ تو دنیا والے اس کے آستانہ پر سجدہ کرتے ہیں۔ روپیہ نیک کو بد بنا سکتا ہے۔ اور بد کو نیک۔ لاکھوں عیب کرو من مانی کارروائیاں کرو۔ لیکن چند سوسائٹیوں اور مذہبی ٹھیکہ داروں کو چند رقمیں دیدو۔ بس وہ تحریر و تقریر کے ذریعے چندہ دینے والے کو حاتم طائی اور ہریشچندر کا درجہ دے دیں گے۔

ایک شریف آدمی جس میں رحم و انصاف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ صداقت اور ایمانداری کا پتلا ہے۔ اخلاق اور نیک چلنی میں اپنا ثانی آپ ہے۔ لیکن اگر اس کے پاس پیسہ نہیں تو دنیا اسکو بدھو اور جہالت کا مرقع سمجھتی ہے۔ اس کا کوئی یار و مددگار نہیں بنتا بخلاف اس کے ایک کم ظرف۔ کم ہمت۔ بد اخلاق آدمی جس کا شیوہ بدچلنی ہے جس کا شغل شراب خوری اور عیاشی ہے اگر وہ دولت مند ہے۔ وہ ایک قابل تعریف اور لائق تقلید ہستی سمجھا جاتا ہے۔

خواجہ در عیب ہست خرقہ تا بگوش
خواجہ را مال ہست و مالش عیب پوش

ترجمہ:۔ ایک انسان کانوں تک عیبوں میں گرا ہوا ہے لیکن چونکہ وہ صاحب زر ہے۔ اسلئے اس کی دولت اس کے عیبوں کو ڈھک سکتی ہے۔

دولت والا ہی باتہذیب کہلاتا ہے۔ زرداری عقلمند سمجھا جاتا ہے۔ پیسے والا ہی سردار، چودھری، خان اور شاہ کا لقب پاتا ہے۔ دھنوان لوگ ہی بڑے آدمی کہے جاتے ہیں۔ دُنیا کی جس قدر نعمتیں ہیں۔ وُہ زرداروں کیلئے ہی بنی ہیں۔

جو لوگ بے زر ہیں۔ نادار ہیں مُفلس ہیں۔ وہ بے یار ہیں۔ ان کی کوئی بات نہیں پوچھتا۔ دُنیا کی ایک ایک چیز کو ترستے ہیں۔ ہر وقت زرداروں کے آستانے پر بوسہ دیتے ہیں۔ ذلیل ہیں خوار ہیں۔ نہ عزت ہے نہ وقار۔ کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ دُنیا میں بہت قسم کے گناہ ہیں جن کی وجہ سے انسان مصیبت اُٹھاتا ہے لیکن مفلسی کا گناہ بدترین گناہ ہے۔ یہ سب سے بڑی بُرائی ہے۔ غریب کو کوئی آرام حاصل نہیں دن دُکھ کے اور راتیں مصیبتوں کی کٹتی ہیں۔ دن کو گرمی جلاتی ہے۔ رات کو سردی ستاتی ہے۔ فاقوں سے پیٹ میں بل پڑتے ہیں۔ بال بچے بھوک سے بلبلاتے ہیں۔ مالدار کو اگر ذرا سی بھی تکلیف ہو۔ تو سب گاؤں محلہ چلا آئے گا۔ ڈاکٹر اور حکیم بھی خود بخود دوڑتے چلے آئینگے۔ لیکن مفلس کی بڑی سے بڑی مصیبت میں اس کے اپنے بھی پرسان حال نہیں ہوتے

کیا کہیئے کہ احباب کو کیسا دیکھا
کام آئے کبھی کوئی نہ ایسا دیکھا
سب زر کے ہیں بے زر کا نہیں کوئی رفیق
دُنیا میں جو کچھ دیکھا پیسہ دیکھا

غرضیکہ کسی نے بالکل ٹھیک کہا ہے ؎

اے زر تو خُدا نہیں ولیکن بخدا
ستّار عیوب و قاضی الحاجاتی

ترجمہ: اے روپے تُو خدا تو نہیں ہے۔ لیکن خُدا کی قسم۔ تُو عیبوں کو ڈھکنے والا اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا ضرور ہے روپیہ کہتا ہے کہ سب کچھ میں ہی ہوں۔ دُنیا میں میری ہی حکومت ہے۔ دُنیا میں ہزاروں میٹھی اور رسیلی چیزیں ہیں لیکن میری مٹھاس کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ جب میں اپنا سُر الاپتا ہوں۔ تو سارے وجد میں آجاتے ہیں۔ میری بنسری جب بجتی ہے۔ تو سب پر جادو چھا جاتا ہے۔ جب میرا گانا شروع ہوتا ہے۔ تو خود سرسوتی بھی اپنی بین چھوڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔ مجھے ہی حاصل کرنے کے لئے کوئی وکیل بنتا ہے۔ کوئی بیرسٹر کوئی حکیم کوئی ڈاکٹر۔ کوئی ٹیچر۔ کوئی پروفیسر۔ بیوپاری۔ بیوپار و کاروبار میری تلاش کے لئے ہی کرتا ہے۔ کوئی گرہستی ہو یا ویدپاٹھی، دیوی کا پجاری ہو یا ہنومان کا بھگت، گیتا پاٹھی ہو۔ یا گورو گرنتھ کا پریمی، سب میرے ہی گیت گاتے ہیں۔ میری تان پر ناچتے ہیں جس پر میری کرپا ہو۔ وہ راجا ہے۔ جس سے میری ناراضگی ہے۔ وہ در در کی ٹھوکریں کھانے والا بھکاری ہے۔ جہاں میں آنکھیں دکھاؤں۔ باپ کو بیٹے سے۔ بیوی کو خاوند سے لڑا دیتا ہوں۔ اپنوں کو غیر بنا دیتا ہوں۔ مندروں میں ٹھاکروں کی پُوجا کا بہانہ ہے۔ حقیقتاً میری ہی پُوجا ہوتی ہے۔ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کا سردار میں ہی ہوں دیوتاؤں کی پرستش کی آڑ میں مُجھ کو ہی سجدہ کیا جاتا ہے۔ رامائن۔ بھاگوت۔ اور گورو گرنتھ صاحب کا اکھنڈ پاٹھ سب میری پراپتی کے لئے ہی کراتے ہیں میں ہی وردان دینے والا ہوں جس کو میں وردان دیدوں جسکے حق میں دعائے خیر کردوں۔ دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مغلوب نہیں کرسکتی جس کے گلے میں میرا تعویذ ہو۔ وہ من مانی کاروائیاں کرسکتا ہے۔ خُون کرسکتا ہے۔ قتل بدمعاشی یا جو بھی دل میں آئے۔ کرسکتا ہے۔ کوئی آنکھ اُٹھا کر اسکی طرف نہیں دیکھ سکتا مجھے چاہے کافر کہو۔ لیکن میں یہ کہنے سے نہیں رُک سکتا۔ کہ میں خدا کا مقابلہ کرتا ہوں خُدا کے انصاف کیلئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ لیکن میں "ترت دان مہا کلیان" کا ثبوت دیتا ہوں۔ تلی پر سرسوں جماتا ہوں چاہوں تو کسی کو ہاتھی پر چڑھاؤں۔ اور چاہوں تو گدھوں کے پیچھے چلاؤں۔ پل بھر میں تخت پر بٹھا سکتا ہوں اور اگلے پل میں تختہ پر لٹا سکتا ہوں۔ میرے لئے لوگ ماں باپ کو۔ اعزاد اقربا کو دھرم ایمان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ میں ہی شو اور برہما ہوں۔ میں ہی پرلوک یا عاقبت ہوں میرے ساتھ ہی لطف زندگی ہے۔ اور میرے بغیر رنج و آلام کا ڈیرہ۔ جو مجھ سے محروم ہے۔ وہ دُنیا میں ناکام ہے۔

۲۔ بحث بالا سے ظاہر ہے۔ کہ دولت ایک بڑی قابل قدر

شے ہے۔ اس کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں. لیکن دانا لوگ فرماتے ہیں. کہ دولت کی خواہش کرنا عبث ہے کیونکہ یہ کسی کے ساتھ نہیں جاتی. روپیہ کی خواہش بڑی بلی خواہش ہے. اس کا طلبگار انسانیت سے گر جاتا ہے اس کی ہوس کو کتے کی ہوس سے تشبیہ دی ہے.

نہ کرے بھول کے دولت کی تمنا کوئی
ہو بشر ہو کے نہ یارب سگ دنیا کوئی

کہا جاتا ہے کہ ثروت و سلطنت زر و مال جاہ و حشمت سب بندھن اور بیڑیاں ہیں. جو آدمی ان کو حاصل کرتا ہے۔ گویا وہ اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑتا ہے جو دانا انسان ہیں وہ ان پھندوں میں نہیں پھنستے. بلکہ وہ مالک برتر (پرماتما) کے دھیان میں ہی لگے رہتے ہیں.

روپیہ کا مالک ہونا دوسروں کیلئے قابل حسد ہوتا ہے اور لوگ زردار سے خلش اور دشمنی رکھتے ہیں.

دولت بڑی وبال ہے. انساں کے واسطے
نادار کا فقر کا کوئی عدو نہیں (غریب)

مندرجہ بالا دو قسم کے متضاد خیالات ہیں. ایک طرف تو کہا گیا ہے. کہ روپیہ کے بغیر انسان کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ روپیہ دکھوں کی کان مصیبت کا گھر۔ دشمنی کی بِنا اور عاقبت کو خراب کرنے والی شے ہے. اب ہم نے فیصلہ کرنا ہے. کہ ہمارے لئے کونسا پہلو قابل پذیرائی ہے. ہم کونسا راستہ اختیار کریں.

حقیقت یہ ہے. کہ دونو ہی باتیں ٹھیک ہیں. اور دونو ہی غلط. مطلب یہ ہے کہ ان دونو کی انتہا غلط ہے. یعنی اگر ایک شخص محض روپیہ کمانے میں ہی لگا رہتا ہے پرمارتھ کی طرف توجہ نہیں دیتا. روپیہ کما کر جمع ہی کئے جاتا ہے۔ نہ اُسے اپنے لئے خرچ کرتا ہے. نہ اوروں کے لئے تو اس طرح سے وہ دولت باعث رنج والم بنتی ہے۔ دولت کمانا چاہیئے لیکن اسکو دھرم اور پرُاپکار کیلئے خرچ کرنا چاہیئے. دولت کا اگر ٹھیک استعمال نہ آتا ہو اور اس کا مالک اخلاق سے عاری ہو تو واقعی یہ لعنت بن جاتی ہے. جو ظلم امیر لوگ غریبوں پر ڈھاتے ہیں. وہ ناگفتہ بہ ہیں. جن گناہوں کے مرتکب اہل دولت ہوتے ہیں. انہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں

امیروں کی دنیا گناہوں کی بستی
یہ بستی ہے گم کردہ راہوں کی بستی
بلا کے تکلف عذاب تمنا
جہنم ہے ان کج کلاہوں کی بستی

دولت کا نشہ، دولت کا غرور. دولت کی مستی، دولت کا خمار. انسان کی عقل کو ٹھکانے نہیں رہنے دیتا. جو پہلے شرم وحیا کا پتلا اور خدمت اور ایثار کا مجسمہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی مطلق العنانی کے باعث ایک اژدہا کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کا دل پہلے موم سا نرم تھا. جذبات رحم سے معمور اور خیالات بلند اور پاکیزہ تھے. مزاج میں از حد سادگی تھی ہمیشہ شیریں کلامی سے کام لیتا تھا۔ ہمدردی سادگی اور متانت اس کی سرشت میں تھی۔ وہی اب خوشحالی پاکر کتنا بے درد بے رحم. سفاک بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دولت کی مذمت کی جاتی ہے۔ امیر لوگ اکثر عیاش. ایمان دھرم سے عاری. خود پرست اور خود نما ہوتے ہیں ایسی مثالیں انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں. کہ امیر طبقے کے لوگوں نے اچھا نام پایا ہو. یا کوئی اعلےٰ خدمت خلق کے کام کئے ہوں یا قربانی یا ایثار دکھایا ہو. کیوں کہ ان کی طبیعت ایسے کاموں کی خوگر ہی نہیں ہوتی۔ عام طور پر جو برگزیدہ اور متبرک ہستیاں ہوئی ہیں. وہ اس طبقے سے نہیں تھیں. بلکہ غریب طبقہ سے تھیں. اس لئے کہا ہے. ؎

غریبوں سے آباد مندر شوالے. کلیسا و مسجد کو ہیں یہ سنبھالے
انہیں میں سے ہوتے ہیں اللہ والے. عبادت کی دنیا ہے ان کے حوالے
خدا کے اگر کوئی قائل ہیں یہ ہیں. رہِ معرفت پر جو مائل ہیں یہ ہیں
اسی طبقے سے اہل عرفاں ہیں نکلے. اسی طبقہ سے مرد میداں ہیں نکلے
اسی طبقہ سے اہل ایماں ہیں نکلے. اسی طبقہ سے فلسفہ داں ہیں نکلے
یہ طبقہ نہ ہوتا خدائی نہ ہوتی. درِ ناز پہ جبّہ سائی نہ ہوتی
رسول خدا کیا کوئی تاجور تھے. دیانند و نانک کوئی اہل زر تھے
نہ بہزاد و مانی کے سونے کے گھر تھے. نہ سعدی کسی شہ کے لخت جگر تھے
سٹیفن کہو کیا کوئی حکمراں تھا؟ یا یسوع تاجدارِ جہاں تھا؟

جن لوگوں کو ورثہ میں دولت ملی ہے۔ وہ تو ابتدا سے ہی انسانیت کے فرائض سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جن کو بعد میں ترکہ مل جائے۔ وہ اُس وقت اندھے ہو جاتے ہیں بہت کم ایسے امیر ہیں جو قول کے سچے ہوا یا جو دوستی میں پُورے اُتریں

محمود غزنوی ہندوستان سے بیشمار دولت لُوٹ کر لے گیا۔ جب اُس کا آخری وقت پہنچا تو اُس کو اس دولت کے چھوڑنے کا از حد قلق تھا۔ اُسے دیکھ دیکھ کر ڈھاڑیں مار کر رویا۔ اور کہا جن چیزوں کیلئے اتنی تکلیف اٹھائی۔ اتنا گناہ کیا۔ اتنے ظلم کئے۔ اُن میں سے کوئی چیز بھی ساتھ نہیں جا رہی۔ اکثر دولت مند لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ اُن کی رُوح بڑی مشکل سے جسم سے پرواز کرتی ہے۔

اس طرح سے جو لوگ دولت کا استعمال نہیں جانتے ان کو نہ وہ زندگی میں چین لینے دیتی ہے۔ اور نہ مرتے وقت دُنیا کا سب سے متمول شخص امریکہ کا کروڑ پتی راک فیلر بارہ کروڑ پونڈ سے زیادہ کی جائداد کا مالک ہوتے ہوئے دُکھی تھا اُس کی صحت اتنی خراب تھی کہ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی شخص مجھے ایک وقت بھی پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے قابل بنا دے تو اپنی ساری دولت اس کے حوالے کردوں۔ وہ آلو۔ گوبھی یا گوشت کی ایک طشتری کیلئے ترسا کرتا تھا۔ وہ صرف بسکٹ اور دُودھ پر زندہ رہا۔ دولت اس کو خار کی طرح کھٹکتی تھی۔ آخر کسی بزرگ ہستی کے مشورہ سے اُس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ شام کو اپنی جیب سکوں سے بھر لیتا اور لوگوں کو تقسیم کرتا۔ تب کہیں جا کر اس کے دل کو کچھ شانتی ملتی۔

دولت کے جمع کرنے سے ترشنا یا خواہش زیادہ بڑھتی ہے۔ جیسے آگ میں ایندھن اور گھی کی آہوتی دینے سے آگ زیادہ بھڑکتی ہے۔

گوسُوامی تُلسی داس جی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

جو دس۔ بیس۔ پچاس بھئے شت ہوئے ہزارن لاکھ منگیگی
کوٹی ارب کھرب اسنکھ پرتھوی پتی ہونے کی چاہ جگے گی
سورگ پتال کا راج کرو ترشنا ادھکی اتی آگ لگے گی
سُندر ایک سنتوش بنا شٹھ تیری تو بھوک کبھی نہ بھگیگی۔

ترجمہ۔ اگر انسان کو دس۔ بیس۔ پچاس روپے مل جائیں تو سینکڑوں اور لاکھوں کی خواہش ہو گی۔ پھر ارب۔ کھرب۔ سنکھ اور راجہ بننے کی تمنا ہو گی۔ پھر سورگ لوک اور پاتال پر قبضہ جمانے کی خواہش بھڑکے گی۔

سُندر کوی کہتے ہیں کہ اے مُورکھ! تیری خواہش سوائے قناعت (سنتوش) کے پوری نہیں ہو سکتی۔

دولت کماؤ۔ لیکن دھرم کیلئے۔ جمع کرنے اور عیش و عشرت کیلئے نہیں۔

سنتوش یعنے قناعت

سب سے بڑی دولت قناعت ہے۔ اور جس کے پاس قناعت نہیں خواہ وہ چکرورتی راجہ ہی کیوں نہ ہو مفلس ہے۔ سکندر اعظم نے بہت سی سلطنتوں کو فتح کر لیا تھا۔ جو کچھ اس کی طاقت میں تھا جب وہ سب کچھ کر چکا۔ اور دنیا کے بڑے حصے کو فتح کر لیا تو کہتے ہیں کہ وہ رو پڑا کیوں اور کوئی دنیا اس کو فتح کرنے کیلئے باقی نہ تھی۔ اور اسے قناعت کی دولت ابھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ایک سنسکرت کا شاعر کہتا ہے ۔ ایسے آدمی بہت ہیں۔ جو ان چیزوں کی تو کچھ قدر کرتے نہیں جو ان کے قبضے میں ہیں مگر جو ان کے پاس نہیں ان کی آرزو کرتے ہیں۔ جاڑا آتا ہے تو گرمی کی خواہش اور جب گرمی ہوتی ہے تو سردی کی تمنا۔

انگریز شاعر ٹریخ یوں فرماتے ہیں۔

"بعض شخص ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اگر ان کے صاف اور روشن آسمان پر ذرا بادل گھر آئیں تو وہ ناخوش ہوتے ہیں کہ اگر اندھیری رات کے وقت ایشور اپنے رحم و کرم سے روشنی کی ایک لکیر ہی ان پر چمکا دے تو ان کے دل شکر گذاری کے ساتھ ایشور پریم سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

شیخ سعدی رقمطراز ہیں۔ اگر تو دولت مند بن جانا چاہتا ہے تو قناعت حاصل کرنے کی کوشش کر کیونکہ یہ ایسا خزانہ ہے جن سے کبھی تکلیف نہیں نکلتی۔ اگر تیری گود میں قارون کے خزانے کی بھی بارش ہو تو اس کے سبب تو بڑا شکر گذار نہ ہو۔ کیونکہ میں نے نہایت عقلمندوں سے اکثر یہ سنا ہے۔ کہ مفلس آدمی کا صبر کرنا دولت سے بہتر ہے۔

از۔ شری گوپال داس مسرورؔ

قطعات

خاص بزم "اوم" کیلئے

جس کو ڈھونڈا تمام دُنیا میں
دل میں اُس کا قیام پایا ہے
یوں ہی بھٹکے جہاں نہاں ہم تو
سینہ اُس کا مقام پایا ہے

کُود جائے گا جو سمندر میں
بھر کے دامن گوہر سے لائیگا
جس کو اُس پر یقین کامل ہے
وہ ہی دل کی مراد پائے گا

نیک بندوں کی نیک ہے صحبت
جو بُروں کو بھی نیک کرتی ہے
جیسے مِل کر شراب گنگا میں
رُوپ گنگا کا وہ بھی دھرتی ہے

اُس کو دُنیا کی خواہشیں کیسی
جس کے دِل میں تری حضوری ہے
دیدِ نورِ خُدا نہیں مشکل
صدق ہونا مگر ضروری ہے

کوئی کتنا بُرا کرے تم سے
تم بھلائی مگر کئے جاؤ
آخر اک دن ضرور پاؤگے
نیکیاں تم اگر کئے جاؤ

زیست سے فائدہ اُٹھا غافل
حاصل ایسی حیات کب ہوگی
اب جو غافل رہا عبادت سے
مخمصوں سے نجات کب ہوگی

نعمتیں سب خُدا کی بخشی ہیں
رحمتیں سب خُدا کی بخشی ہیں
عزتیں جن پہ ناز کرتے ہو
ناز والو۔ خدا کی بخشی ہیں

بدنصیب اُس سے کون ہوگا جو
غیر سے ہمکنار بیٹھا ہے
فکر اُس کو کسی کی کیا ہوگی
جس کے پہلو میں یار بیٹھا ہے

بجالے ڈھائی روز کی ڈفلی

از حکیم رکیداس مضطر بادشاہ پور

اے نادان انسان۔ بجالے ڈھائی روز کی ڈفلی۔ کرلے غرور کہ جس قدر کر سکتا ہے۔ بچالے شہد جس قدر طاقت ہے تیرے اندر کرلے گناہوں کا ذخیرہ اکٹھا کہ جس قدر تو کر سکتا ہے سنوار لے فانی لباس فاخرہ سے اپنے فانی شریر کو جسقدر سنوار سکتا ہے۔ اور بھرلے اپنے پیٹ کو قسم قسم کے کھانوں سے کہ جس قدر تجھے میسر ہیں...... مگر یاد رکھ۔ غلطی نہ کھا۔ دھوکے میں نہ آ۔ تجھ سے پہلے بھی تجھ سے ہزار درجہ بہتر انسان تیری طرح ڈفلی بجا بجا کر چلے گئے۔ کوئی غرور کی۔ کوئی کرودھ کی۔ کوئی اپنی شان کی۔ کوئی اپنی عظمت کی۔ کوئی اپنی شہنشاہی کی۔ کوئی اپنی فقیری کی۔ کوئی اپنی عزت کی۔ کوئی اپنی دولت کی۔ کوئی اپنی شہرت کی۔ اور۔ کوئی اپنی حشمت کی۔ کوئی قوت زور بازو کی۔ اور کوئی قوت دماغ کی۔ کوئی محلات کی۔ کوئی زمینداری کی۔ کوئی علوم کی کوئی فنون کی۔ کوئی اپنی صورت کی۔ اور کوئی اپنے ناز و ادا کی۔ غرضیکہ جو کچھ جس کے پاس تھا۔ اُس نے اُس کی ڈفلی بجائی۔ اور خوب بجائی۔ مگر کب تک؟ انجام وہ ہوا جو ہونا تھا۔ کہ نہ تو ڈفلی رہی اور نہ ڈفلی بجانے والا۔ دونو ہی عالم سکون (نیستی) سے آئے تھے۔ اور عالم خاموشی میں چلے گئے۔ کسی کو بھی کسی کا پتہ نہ رہا۔ کہ یہ کیوں آیا اور بالآخر یہ کہنا پڑا۔ کہ

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے ۔ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

انسان آیا۔ اس رنگ برنگی قدرت کا تماشہ دیکھنے کو۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ قدرت نے اسکو جو کچھ بھی استعمال کرنے کی غرض سے بخشا۔ اُسے اپنی ملکیت سمجھا۔ اور اُس کی ڈفلی بجانے لگا۔ کبھی یہ نہ سوچا۔ کہ جس نے یہ عروج۔ یہ دولت یہ حشمت۔ یہ عزت۔ یہ شہرت یہ قوت دماغ بخشے ہیں۔ وہ ان کو واپس بھی لے سکتا ہے۔ ہردم اسی مغالطہ میں رہے۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وہ ہمیشہ اور اسی صورت میں ہمارے پاس رہے گا۔ کبھی بھی اس بات پر غور نہ کیا۔ کہ تبدیلی ہی قدرت کا نام ہے۔ یہاں ہر لحظہ تبدیلی ہے۔ ایک سیکنڈ کا کروڑواں حصہ بھی تبدیلی کی زد سے باہر نہیں ہے۔ تبدیلی۔ تبدیلی۔ تبدیلی۔ ہر وقت تبدیلی۔ ہر لمحہ تبدیلی۔ ہر لحظہ تبدیلی مگر نادان انسان کچھ بھی نہ سمجھا۔ تبدیلی دیکھتے ہوئے بھی اس پر یقین نہ کیا۔ اور لگا اپنی ڈھائی روزہ ڈفلی بجانے۔ مگر آخر کب تک بجاتا۔ جب بجاتے بجاتے تھک گیا۔ اعضا کمزور ہو گئے۔ قوت جسمانی مفقود ہو گئی۔ خوبصورت جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ تو کچھ سمجھ آئی۔ تو پچھتانے لگا۔ کہ ہائے

ہائے تھے ہری ملن کو اوٹن لگے کپاس ......

مگر اب تو پچھتاوا کرنا فضول ہے۔ کیوں کہ

وقت تھا جو کام کا اس کو گنوایا بھول میں ......

اب جبکہ شریر میں طاقت نہیں رہی ڈفلی بجانے کی ہمت نہیں رہی۔ تو ڈفلی کو ایک طرف رکھ کر کہتا ہے۔ کہ میں تو نہیں بجاتا۔ مگر کیا تو نے سنا نہیں۔ کہ

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبر لیست ۔ وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

یعنی عالم جوانی میں (بُرے کاموں سے) توبہ کرنا پیغمبری کا درجہ لاتا ہے۔ ویسے بڑھاپے میں تو (طاقت نہ رہنے کی وجہ سے) ظالم شیر بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے۔

اس لئے اے انسان، نادان انسان توبہ کرنی ہے۔ تو عالم جوانی میں کر۔ تاکہ عاقبت میں سرخروئی حاصل ہو۔ توبہ کرنے کا صحیح وقت یہی ہے۔ جب کہ تو فانی سامان اور عیش و عشرت میں مخمور ہو کر اسکی ڈفلی بجا رہا ہے ذرا پھر سوچ کہ جس طرح تجھ سے پہلے بہت انسان اپنی اپنی ڈھائی روزہ ڈفلی بجا کر چلے گئے۔ اس طرح ایک دن تو بھی چلا جائے گا۔ ہمیشہ کس طرح ڈفلی بجتی رہی ہے۔ اور ہمیشہ کس کی

ڈفلی بجتی رہیگی؟ ...... رہے گا نام مالک کا۔

اور پھر دولت کے غرور کی ڈفلی کیسی۔ دولت ہمیشہ کس کے پاس رہی ہے۔ جواب تیرے پاس رہے گی۔ اسے تو چلتی پھرتی چھاؤں کہا گیا ہے۔ آج یہاں کل وہاں۔ پرسوں کہیں اور۔ اس کا غرور بے جا ہے فضول ہے۔ اور بے معنی ہے۔

اور پھر شہرت کا غرور۔ یہ بھی ناکارہ۔ لاتعداد انسان ایسے ہو گذرے ہیں۔ کہ جن کے نام کا ڈنکہ دُنیا بھر میں بجتا تھا۔ مگر اب یہ بھی پتہ نہیں۔ کہ اُن کی مٹی کہاں ہے؟ خاک میں ایسے خاک ہوئے کہ خاک کا بھی نشان نہ ملا۔ کیسی شہرت۔ سب دنیاداری کا جھنجھٹ ہے۔ دل کی بے قراری کا سودا ہے۔ اس شہرت کی خواہش میں اطمینان کہاں۔ سکون کہاں آنند کہاں؟ یہ تو بھڑ کا چھتہ ہے۔ جس نے اس کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔ ایسا ڈنگ لگا کہ پھر چین نصیب نہ ہوا۔ دن ہو یا رات۔ تڑپتے گذری۔ واہ ری شہرت تیرے نہ ملنے سے یعنی نہ آنے سے جب دل اس قدر بیمار ہو رہا ہے۔ تڑپ رہا ہے۔ تو نہ جانے تیرے آنے پر۔ اس کی کیا حالت ہو گی۔ پس سلام۔ سَو سَو سلام اس شہرت کو۔

اور پھر غرور صورت کا۔ ارے مٹی کے پتلے۔ کیا تُو نے نہیں سُنا کہ ع ۔ اکڑ اکڑ چلدی پُتلی چمڑے دی۔ رام بھجن نہیں کردی پُتلی چمڑے دی قدرت نے مٹی سے چمڑا بنا دیا۔ واہ ری قسمت۔ مٹی وہ چیز ہے۔ کہ جس سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ جس کے سہارے دُنیا کی خوبصورتی قائم ہے۔ جس کے اندر سے لاتعداد گل گلزار اپنی خوبصورتی سے دُنیا کی شان کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ اور چمڑا وہ چیز۔ کہ جس کو ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں جوتے کو ہاتھ لگ جائے۔ تو پھر اس کو مٹی سے پاک کیا جاتا ہے۔ واہ ری قدرت۔ بہت اچھا کیا تُو نے کہ پاک مٹی سے ناپاک چمڑا بنا دیا۔ مگر آفرین ہے انسان کی عقل پر۔ شاباش ہے انسان کے ذہن کو۔ مرحبا۔ انسان کے دل و دماغ کو۔ کہ اس ناپاک چمڑے کی پتلی (شریر) پر اتراتا پھرتا ہے۔ اور ع ہمچو دیگرے نیست ... کا سودا سر میں سما رہا ہے۔ یہ خیال نہیں آتا۔ کہ یہ شریر چمڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس کے اندر گوشت۔ ہڈی۔ لہو۔ اور پیپ وغیرہ بھری ہوئی ہے۔ گویا یہ ایک گندگی کا تھیلا ہے۔ مگر ہمیں فخر ہے۔ کہ ہم خوبصورت ہیں ہمیں اپنی خوبصورتی پر ناز ہے۔ افسوس۔ کبھی یہ نہ سوچا۔ کہ خوبصورتی بجلی کی چمک کی طرح ہے جو لمحہ بھر کے لیئے چمکی اور پھر کالے بادلوں میں غائب ہو گئی۔ بھلا ایسی خوبصورتی پر ناز کرنا کہاں کی دانائی ہے۔ بیماری کا ایک جھٹکا خوبصورتی کو اس طرح ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ کہ انسان پہچانا تک نہیں جاتا۔ بس اے انسان اپنی حقیقت دیکھ۔ اپنے شریر کی ابتدا دیکھ۔ کہ پاک مٹی سے ناپاک چمڑا ہی تو ہے۔ کہ جس پر تجھے اس قدر غرور ہے۔ لہذا چھوڑ اس خام خیال کو تجھ سے پہلے لاتعداد رشکِ قمر۔ ماہ لقا۔ سیم بدن وغیرہ وغیرہ ہو چکے ہیں۔ جو بالآخر اپنی اصلیت (مٹی) میں ایسے گم ہوئے۔ کہ نہ تو خوبصورتی کا نشان رہا۔ اور نہ ہی بدصورتی کا۔ یہاں دونو برابر ہو گئے۔ بقول کہ ع تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے۔

اس کے بعد غرورِ طاقت کا۔ نکما اور بے ہودہ غرور۔ تھوڑے روز ہوئے کہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ "پہلوان رستم زماں بیمار ہے اور اس قدر کمزور ہے کہ اپنے جسم سے مکھی تک نہیں اڑا سکتا" ..... ہیں؟ رستم زماں اور مکھی تک نہیں اڑا سکتا۔ بھلا کیوں؟ یہ تو وہ نامور ہستی ہے۔ کہ جس نے ہزاروں پہلوانوں کو دم زدن میں پچھاڑا۔ جس کی طاقت کا ڈنکہ دُور دُور تک بجتا رہا اور جسے رستم زماں کا بلند پایہ خطاب ملا۔ بھلا ایسا طاقتور انسان اور یہ حالت ..... مگر کوئی کرے تو کیا۔ قانون قدرت کی زد سے کون بچ سکتا ہے۔ جو چیز فانی ہے۔ وہ ہمیشہ کیسے رہ سکتی ہے۔ جب انسان کا جسم فانی ہے۔ تو اس کے اندر رہنے والی طاقت ہمیشہ کس طرح رہے گی؟۔ وقت تھا جب جسم میں طاقت تھی۔ آئی اور چلی گئی۔ کسی کو طاقت نہیں کہ طاقت کو اپنے پاس رکھ سکے یہ تو ایک رستم زماں کی بات ہے۔ نہ معلوم ان سے پہلے ان سے کس قدر طاقتور ہو گذرے۔ کہ جو اپنے زعم میں طاقت کے شہنشاہ تھے۔ گویا طاقت ان کی زر خرید غلام تھی۔ لیکن وقت آیا کہ وہ بھی ایک بے بس تنکے کی طرح قدرت کے تھپیڑوں سے اڑتے پھرتے نظر آئے۔ اور بالآخر ایسے غائب ہوئے کہ کسی کو کچھ پتہ بھی نہ رہا۔ کہ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے۔

اس کے بعد عقلمندی کا غرور یعنی عقل کا غرور سب سے بڑا۔ جو شخص اپنے آپ کو دانا سمجھتا ہے۔ وہ دانا نہیں ہے۔ کیونکہ دانائی کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ کسی نے لقمان حکیم سے پوچھا کہ آپ نے یہ عقلمندی کہاں سے سیکھی۔ جواب دیا بے عقلوں سے یعنی جو کام بے وقوف کرتے ہیں میں اُن کے خلاف کرتا ہوں۔ کہنے کا مطلب یہ کہ اس صورت میں تو بے عقل ہی بازی لے گئے کہ جن کی بدولت کسی کو عقلمندی نصیب ہوئی۔.... خیر آدم پور مطلب۔ حقیقت یہ ہے کہ عقلمندی کا غرور بہت بُرا ہے۔ یہ عقلمندی ہی تو ہے۔ جو انسان کو پریشان رکھتی ہے۔ جو انسان جس قدر زیادہ عقلمند ہوگا۔ وہ اسی قدر زیادہ پریشان بھی ہوگا۔ کسی بزرگ نے سچ ہی تو کہا ہے۔ کہ ؎ کمانرا عقل بیش غم روزگار بیش..... یعنی جو زیادہ عقلمند ہے۔ اُسے دُنیا کے غم و فکر بھی زیادہ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ محققانِ علم معرفت یعنی گیانی مہاتما تو خدا تک نہ پہنچنے کی یا بھگوان کے درشن نہ ہونے کا الزام عقل پر ہی لگاتے ہیں۔ اس لئے عارف لوگ عقل کو حجاب اکبر۔ یعنی دیدار الہی یا پربھو درشن میں بڑا پردہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ اسی عقل کے سہارے ہی تو انسان خودی میں آکر غرور کرتا ہے۔ اور اسی غرور کا یہ انجام ہوتا ہے کہ انسان حقیقت سے کوسوں دُور رہتا ہوا اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عقل کا غرور بھی بے جا ہے۔ لاتعداد عقلمند۔ فلاسفر۔ شاعر اور سائنسدان ہو چکے ہیں۔ اب ہیں اور ہوتے رہینگے۔ مگر خامی سے خالی کوئی نہیں ہو سکتا۔ خواہ کوئی کسی قدر عقلمند کیوں نہ ہو۔ غلطی اس سے بھی ضرور ہو جاتی ہے مکمل حکمت، مکمل علم، مکمل عقلمندی تو اُس ذات بے صفات اور با صفات میں ہے۔ کہ جس نے انسان کو سمندر سے ایک قطرہ دیدیا۔ اور انسان اسی ایک قطرہ کو پاکر لگا اپنی عقلمندی کی ڈینگیں مارنے۔

اور پھر حکومت کا غرور۔ حکومت کے بھی درجے ہیں۔ ایک شہنشاہ سے لیکر چوکیدار تک اپنی حد تک اپنے آپ کو حاکم سمجھتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کا بھی حکومت کے ساتھ تعلق ہے۔ اور اس کے اندر حکومت کی (کسی مقدار میں سہی) طاقت ہے وہ ضرور اپنے آپکو عوام سے بہتر سمجھتا ہے اور خیال رکھتا ہے۔ اور عوام تو عوام ہیں اور میں خاص ہوں اور یہی خاص ہونا اور اپنے آپکو خاص سمجھنا بھی غرور ہے۔ کہ جس کا ہر انسان کو مقدار کے مطابق چڑھاؤ رہتا ہے۔ مگر یہ خاص آدمی یہ خیال نہیں کرتا۔ کہ خصوصیت کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اس خاص سے اوپر خاص الخاص بلکہ اخلص ہستیاں بھی موجود ہیں۔ پھر یہ بے وقعت انسان جو اپنے آپکو خاص سمجھنے کا غرور لئے پھرتا ہے۔ اسے شو کیا بھی دیتا ہے۔ یہ انسان اگر ذرا کبھی دو چار کرے۔ تو اسے عقل کی روشنی میں لاتعداد ایسی ہستیاں نظر آنے لگیں۔ کہ جن کو بقول بزرگان سلف یہ پانی بھی نہ پلا سکے۔ اور یہ خاص انسان اپنی عقل کی روشنی میں دور اندیشی سے کام لے۔ تو یہ بھی صاف احساس ہونے لگے۔ کہ روئے زمین پر لاتعداد بادشاہ اور شہنشاہ ہو گزرے ہیں۔ اور ہر بادشاہ اپنے اپنے وقت کے اندر حکومت کے غرور سے مخمور رہا۔ مگر وقت آیا کہ موت کی ترشی نے سب کا نشہ کافور کر دیا۔ روئے زمین پر اپنی حکومت کا ڈنکا بجانے والے ایسی بے خبری میں گم ہوئے کہ کہیں نام نشان تک نہ ملا۔ کہاں گئی فوج۔ کہاں گیا اسلحہ کہاں گئے تاج و تخت۔ کہاں گئے شاہی محلات۔ کہاں گئے نقارچی۔ کہاں گئے ناز بردار سب چار دن کا تماشہ تھا۔ سب نے اپنا اپنا پارٹ ادا کیا۔ اور بالآخر اپنی حقیقی آرام گاہ میں پاؤں پسار کر سو گئے۔ حاکم وقت کی ابدی نیند سونے کے بعد۔ تو نقارچیوں کے نقاروں نے کام کیا۔ اور نہ ہی فوج ظفر موج کی دہشتناک آواز سے ان کی آنکھ کھلی۔ کیونکہ قدرت نے ان کی آنکھ پر ایسی پٹی باندھ دی کہ جس کو کھولنے کی کسی کو طاقت ہی نہیں۔ بس اسے حکومت کے نشہ میں مغرور انسان یہ حکومت کا غرور بھی بے جا ہے۔ کیا تُو نے نہیں سُنا کہ ؎

اے شاہِ زمین یہ ناز تیرا شاہی کا سارا بے جا ہے۔
تجھ جیسے لاکھوں شاہِ زمن ہو گئے سلطاں سردار ختم

غرضیکہ کوئی کہاں تک بتائے۔ ایک قسم کا غرور ہو یا چند قسم کا۔ تو کوئی ان کی تفصیل بھی پیش کرے مگر اس کائنات میں تو کسی بھی چیز کی کوئی حد نہیں قدرت خود لامحدود ہے اور اس کی تمام طاقتیں اور تمام باتیں بھی لامحدود ہیں۔ لہذا اس تھوڑی سی بات کو مشت نمونہ از خروارے۔ تصور کرتے ہوئے انسان کو لازم ہے کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے اصلی مقصد (اشور پراپتی) یا خود آگاہی کو بھول کر اپنے فانی لوازمات کی ڈفلی نہ بجاتا پھرے۔ ڈفلی بہت بجا چکے۔ اور بجا بجا کر چلے گئے۔ یہ سب ڈفلیاں نقش بر آب یا آکاش کے پھول ہیں۔ کہ جن کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ حقیقت ہے صرف اپنی ذات۔ اپنے اندر وہ براجمان بھگوان۔ جو اندر اور باہر یکساں پورن ہیں۔ کہ جس کو بھول کر انسان اپنے آپ کو برہم کی بجائے جیو سمجھ بیٹھا۔ اور آواگون کے چکر میں پھنس گیا۔ لیکن اب بھی وقت ہے۔ جو گذر گئی سو گذر گئی۔ اس کا افسوس کرنا فضول ہے۔ ہاں بہتر یہی ہے کہ فانی ڈفلیاں بجانا چھوڑ کر بھگوان کی شرن میں آجائے تو بیڑا پار ہو جاتے۔ ——— اوم شم۔

سدا دن نہیں برابر جان

شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

کبھی تو بیٹھیں شاہ تخت پر سر پر چھتر جھلان۔ کبھی تو گل وچ پا کے کفنی در در بھیکھ منگان۔۔۔ سدا دن۔۔۔۔۔
کبھی بیگماں رنگ محلیں سب پر حکم چلان۔ کبھی تو سر پر خاک ڈال کر زلفاں گل لٹکان۔۔۔ سدا دن۔۔۔۔۔
کبھی تو طوطے باغاں اندر چن چن میوے کھان۔ کبھی تو اندھے ہوئے آپ ہی وچ پھاہی پھس جان۔۔۔ سدا دن۔۔۔۔۔
کبھی سری رام چندر کی جے جے تخت نہ بارہی جان۔ کبھی تو رام سیا ار لچھمن بن جنگل بھرمان۔۔۔ سدا دن۔۔۔۔۔
کبھی تے رام سوامی پیارے پروفیسر کہلان۔ کبھی تے وچ پہاڑاں پتے کھائے کریں گذران۔۔۔ سدا دن۔۔۔۔۔
کبھی تو جنگل ہووے بستی۔ بستی ہو بیابان۔ جل سے تھل ہو جائیں گھڑی میں تھل سمندر بن جان۔۔۔ سدا دن۔۔۔۔۔
مردے ہون پلاں وچ زندے۔ زندے جھٹ مر جان۔ گوبند جائے نہ پیش کسے دی بھاوی ہے بلوان

سدا دن نہیں برابر جان

دیوالی

از قلم شری ہری چند جی خوشدل ایم اے
آریہ ہائر سیکنڈری سکول لدھیانہ

ہندو شاستروں کے مطابق اِس دُنیا کے تین دور ست یگ ترتیا۔ دواپر گذر چکے چوتھا یگ کل یگ ہوئے تقریباً پانچ ہزار سال ہو گئے ہیں۔

ترتیا کو بیتے تقریباً ۹ لاکھ برس ہو چکے ہیں۔ رام کے راون پر فتحیاب ہونے اور ایودھیا واپس آنے کی خوشی میں شہر بھر میں جشن چراغاں ہوا۔ دیوالی منائی گئی۔ تب سے اب تک ہر سال بھارت بھر میں جگہ جگہ پر اپنے ڈھنگ سے دیوالی منائی جاتی ہے۔ دیوالی کے ساتھ سوامی دیانند، سوامی رام تیرتھ، شری مہاویر جین اور کئی سکھ گوروؤں اور بزرگوں کی یادیں وابستہ ہیں۔ اپنے ڈھنگ سے سب دیوالی مناتے ہیں۔ منانی بھی چاہیئے۔ لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ ایک زردار اور بے زر کی دیوالی میں بڑا فرق ہے..... زردار کی دیوالی اور بے زر کا دیوالہ.... غلط کہا؟ نہیں جی۔.... مفلس قلاش کے گھر چلئے۔ آ دیکھ اُس کی دیوالی ہے یا دیوالہ

ع۔ شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے۔ دل ہے گویا چراغ مفلس کا

کونے میں مٹی کا ایک ٹوٹے ہوئے دل کیطرح ٹوٹا ہوا دیپک...... ٹوٹے ہوئے وان کی کھٹیا.... بھوکے پیاسے بلکتے بچے.... کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے؟ آہ.... اُس نے ع۔ کیسے تڑپ تڑپ کے گذاری تمام رات....

جی آپ کہتے ہیں غریبوں کے غم میں گھلنے والوں کی کمی نہیں۔ ٹھیک.... لیکن بہت سے آدمی زبانی جمع خرچ کر کے اشک سوئی سے کام لیتے ہیں۔ پبلک سٹیج پر۔ مندروں کے اندر اور باہر لیڈری قائم رکھنے کے لیئے ووٹ مانگنے کے وقت کچھ لوگ غریبوں سے ہمدردی کا دعویٰ بیشک کرتے ہیں مگر کتنے ہیں جو مصیبت کے وقت غریب کا ساتھ دیتے ہیں؟

دیوالی کے موقعہ پر اپنی کوٹھی کی سجاوٹ پر۔ اپنی شان وشوکت کے مظاہرہ پر.... کاروں میں بیٹھ کر ہزاروں روپیہ کا پیٹرول پھونکنے پر..... دو دو سو روپے ولائتی کتے رکھنے اور اُن کی نگرانی کے لیئے سو سو روپے والے نوکر رکھنے پر اور دیگر قسم کے ہزاروں جائیز و ناجائیز خرچ کرتے ہیں ذرا تامل نہیں کرتے لیکن کیا کبھی کسی غریب کی جھونپڑی میں بھی انہوں نے قدم رنجہ فرمایا؟ آہ انہیں اتنی فرصت کہاں؟۔ کاش غریب پڑوسی کی بھی خبر لی ہوتی...... جوئے اور شراب میں ہزاروں کی ہار سہہ لی.... سٹہ میں لاکھوں کا گھاٹا برداشت کیا لیکن اپنی کمائی سے کسی غریب کی ذراسی مدد کرنیکا بھی خیال نہ آیا یاد رکھئے ع۔

نظر آتے تھے گھر جہاں بہ طفیل گردش آسماں۔ وہیں آج دیکھو تو ہیں نشاں نہ مکیں کے نہ مکاں کے

دن ایک سے نہیں رہتے۔ ہو سکے تو کسی بے کس کی دعائیں لے تجھے معلوم ہے؟ ع

نظر اپٹھی جے کرے شینہاں گھا چراوندا
شاہاں بھیک منگا دندا بھک منگیاں خبر نہ پاوندا

گیتا میں تیسرے ادھیائے کے پانچویں شلوک میں کرشن جی نے فرمایا کہ وہ لوگ جو صرف اپنا ہی پیٹ بھرنا

جانتے ہیں۔ مہا پاپی ہیں پھر تو ہی بتا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ تو پیٹ بھر کر سوئے اور تیرا پڑوسی پیٹ پر پتھر باندھ کر سوئے۔۔۔ یہی زیو الی ہے گیا۔۔۔۔ ؟

دھرم کے نام پر پربھو بھگتی کا سوانگ بھرنے والے۔۔۔۔ بھگوت کیرتن میں جھوم جھوم کر سر ہلانے والے۔۔۔۔ بات بات پر جے جے رام۔ جے سیا رام۔۔۔۔ رگھوپتی راگھو راجہ رام کی رٹ لگا کر مالا پھیرنے والے میرے دوستوں میں سے بہت کم ایسے ہونگے۔ جنہوں نے حاتم طائی۔ ہر یش چندر یا دان ویر کرن کی طرح غریبوں کی سچے معنوں میں سیوا کی ہے۔ ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جو کسی غریب کے بچوں کو بھوک سے بلکتا دیکھ کر اُن کے درد سے تڑپ اٹھتے ہیں۔ "سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے" کا دعوےٰ کرنے والوں میں سے دو چار ہی ایسے ہونگے۔ جو دیا دھرم کا مول سمجھ کر بھوکے کو روٹی۔ ننگے کو کپڑا۔ بے آسرے کو آسرا پیاسے کو پانی پلا سکتے ہیں۔ آہ۔۔۔ کتوں کو تو برفی اور بسکٹ کھلائے جا سکتے ہیں۔ مکوڑوں کو چاول ڈالے جا سکتے ہیں۔ چڑیوں کو باجرا بھی۔ لیکن غریب اور محتاج انسانوں کی طرف اُن کی نگاہ تک نہیں جاتی۔ وہ کرشن سداما کی دوستی کو محض گذرا ہوا افسانہ سمجھتے ہیں وہ اس غریب اور امیر کی دوستی کو بیکار کی باتیں خیال کرتے ہیں۔ لیکن ہم کہے دیتے ہیں۔ کہ اے زر پرست تجھے معلوم ہے؟ ؏

جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں۔

اگر دنیا سچ مچ فانی ہے۔ تو کیا قارون جتنی دولت رکھنے والوں کی دولت ہمیشہ تیرا ساتھ دیگی؟

اندر اور باہر سے ایک ہو جا۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

یہ جان کر بھی کہ دنیا آنی جانی ہے۔۔۔۔ کتھاؤں کہانیوں اور تاریخ میں عروج و زوال کے قصے پڑھ کر۔۔۔۔ آنکھوں کے سامنے شاہوں کو گدا اور گداگروں کو بادشاہ بنتے دیکھ کر بھی ہم نے کچھ سبق نہ سیکھا۔ احمد شاہ ابدالی آیا۔ دلی کے محلات پر قابض ہوا۔ غازی الدین کی بے عزتی کی۔ بڑے بڑوں کو لاٹھیوں سے پٹوایا۔ شولاپوری بیگم کے ہاتھوں میں کیل ٹھونکنے کی دھمکی دی۔ ۳ کروڑ نقد۔ ۳ لاکھ کے زیور چھین لئے۔ حویلی کی کھدائی سے ۳ کروڑ روپیہ اور دو سو سونے کی قد آدم سلاخیں ملیں۔ ہر گھر پر تاوان لگا۔ اور اس کا انجام؟ نادر شاہ آیا۔ ۵۴ کروڑ ۳۴ لاکھ ۶۵ ہزار کا مال دلی سے لوٹ کرلے گیا۔ تخت طاؤس کا یہ لالچی۔ اپنے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔۔۔۔ محمود غزنوی ہند سے لوٹ کر لائی ہوئی دولت کو بصد حسرت و یاس یہاں ہی چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوا۔ تخت طاؤس پر بیٹھ کر حکومت کرنے والا شاہجہان اپنے بیٹے اورنگ زیب کی قید میں چل بسا۔ کسی زردار کے مرنے پر سنگ مرمر کا محل نما مقبرہ اور غریب کے لئے کچے گارے کی قبر ایک کہنے میں۔ اندھیرے میں دبا غریب کا مردہ پکار اٹھا۔ ؏

چین مر کر تہ زمیں بھی نہیں - اب ٹھکانا مرا کہیں بھی نہیں۔

شاید تو نے بہادر شاہ ظفر کا حشر نہیں دیکھا۔ بسمارک جیسے ظالم اور فولادی شخص کا قصہ بھی نہیں سنا۔۔۔۔ ہٹلر کہاں گیا۔ یہ بھی تجھے معلوم نہیں۔۔۔۔؟ میں نے ان آنکھوں سے میانوالی ضلع کے ایک لکھپتی کو یہاں مجبوری کے عالم میں حلوائی کی دکان پر جوٹھے برتن مانجھتے دیکھا۔ مظفر گڑھ کے ایک سیٹھ کو یہاں آکر ریلوے سٹیشن پر پانی پلانے والے ادنےٰ روپ میں دیکھا۔ لاکھوں میں کھیلنے والوں کو یہاں گنڈیریاں بیچتے۔۔۔۔ بوٹ پالش کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے دیکھا تو آنکھیں کھول کر دیکھ تیرے اس پیارے وطن میں لاکھوں بے روزگار ہیں۔۔۔ کئی غریب محض پیسے کی کمی کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کا بیاہ تک نہیں کر سکتے۔ کئی مریض اپنا علاج نہیں کرا سکتے۔۔۔ کئی اپنے چھوٹے بچوں کو ۲، ۲ پیسے کے بدلہ میں بوٹ پالش کا دھندا کرانے پر مجبور ہیں۔۔۔۔ ہزاروں غریب لوگوں کے ہونہار بچے اس لئے تعلیم کا سلسلہ چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ ماں باپ اُن کی تعلیم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ ایسے ہزاروں ضرورت مند غریب بیکار، یتیم مرد اور عورتیں تمہاری طرف امداد کیلئے دیکھ رہے ہیں۔ جہاں تو اپنی واہ واہ کیلئے لاکھوں روپے پھونک دیتا ہے۔ بڑ ے دل والے اپنے ہاتھ سے کیا کسی غریب کی امداد نہیں کر سکتا۔۔۔۔؟

نوٹ:- اگر کسی کے دل پر اس مضمون کا اثر ہو۔ تو وہ مجھے معرفت رسالہ ادھار [illegible]

بھینٹ

حسرت رسا امپوری

(جے ماتا کی)

بھینٹ ہے بھگت کی جیون بھگتی
دے ماتا نربل کو شکتی

بِلتا بھی سکھ تیرے آگے — تو چاہے تو ہر دکھ بھاگے
تیری کرپا سے قسمت جاگے — پل میں مٹ جائے بد بختی

بھینٹ ہے بھگت کی جیون بھگتی
دے ماتا نربل کو شکتی

جو دکھ آئے چپکا سہوں گا — منہ سے نہ کوئی بات کہوں گا
تیری رضا میں راضی رہوں گا — چاہے نرمی چاہے سختی

بھینٹ ہے بھگت کی جیون بھگتی
دے ماتا نربل کو شکتی

تیرے دوار پہ جھکا پجاری — منزل دور ہے رستہ بھاری
تیری دیا سے کٹ جائے گا — حسرت کہے ہر دم جی لگتی

بھینٹ ہے بھگت کی جیون بھگتی
دے ماتا نربل کو شکتی

نرسی

تو بنائے بگڑی کو اور گرتے کو لیوے سنبھال

--- قسط دوئم ---

--- گذشتہ سے پیوستہ ---

ایک دن چند مسافر دوارکا جاتے ہوئے جوناگڑھ میں ٹھہرے۔ کسی نے انہیں کہہ دیا۔ کہ آگے راستہ بڑا خطرناک ہے چور ڈاکو روپے کے لالچ میں مسافروں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اُن کے پاس کچھ روپے تھے اور انہوں نے دوارکا میں جا کر دان کرنے تھے۔ یہ ہیبت ناک خبر سُن کر بہت گھبرائے اور سوچنے لگے کہ روپے کے ساتھ کہیں جان بھی نہ جائے۔ بہتر ہو کہ روپیہ یہاں کسی ساہوکار کے پاس جمع کروا دیا جائے۔ اور اس سے دوارکا کے کسی ساہوکار کے نام ہنڈی لکھوائی جاوے۔ وہاں پہنچ کر ہنڈی کا روپیہ وصول کر کے اپنے کام میں لائیں گے سارے شہر میں پھرے مگر کوئی ساہوکار ایسا نہ ملا۔ جو ان سے روپیہ لے لیتا۔ آخر ایک نے مذاق کیا۔ کہ اگر تم نرسی بھگت کے پاس جاؤ تو ضروری ہے۔ کہ وہ تمہیں ہنڈی دے دے۔ یہ کُٹیا میں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ وہاں ایشور کے بھجن گائے جا رہے ہیں بڑا آنند ہو رہا ہے۔ یہ بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص سے پُوچھا نرسی سیٹھ کہاں ہیں۔

نرسی پاس ہی بیٹھا تھا۔ بڑی انکساری سے بولا۔ بندہ حاضر ہے۔ فرمایئے کیا حکم ہے۔ انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ نرسی سمجھ گیا۔ کسی نے مذاق کیا۔ مگر اُن کو مایوس کرنا بھی مناسب نہیں۔ اُن سے روپے لئے۔ اور شری کرشن کے نام ہنڈی لکھ دی مسافروں نے اپنی راہ لی۔ نرسی نے وہ روپیہ غریب غربا میں تقسیم کر دیا۔ اور پرماتما کی بھگتی میں مصروف ہو گئے۔

مسافر چند دنوں کے بعد دوارکا میں جا پہنچے۔ اور سری کرشن سیٹھ کا پتہ پوچھنے لگے۔ اس نام کا وہاں کوئی سیٹھ ہوتا تو پتہ چلتا۔ گلی گلی اور محلہ محلہ ڈھونڈھ مارا۔ مگر کوئی سیٹھ نہ ملا۔ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ ایسے ہی بھگتوں نے دنیا کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ بگلے بھگت ایسے ہی ہوتے ہیں بغل میں چھری اور منہ میں رام رام اب واپس جائیں اور جوناگڑھ پہنچ کر اس بھگت سے اپنا روپیہ واپس مانگیں۔ اگر دیدے تو بہتر ورنہ اُسے سارے علاقہ میں بدنام کریں۔ اگلے روز وہاں سے چل دیئے ابھی شہر کے دروازہ سے باہر نہیں نکلے تھے۔ کہ سامنے سے ایک سیٹھ آتا دکھائی دیا۔ اس نے قریب آ کر پُوچھا کہ تم کون ہو۔ اور اس قدر پریشان کیوں ہو۔ انہوں نے اپنی کہانی کہہ سنائی اس نے کہا نرسی بڑا بھاری سیٹھ ہے۔ یہ ہنڈی میرے نام کی ہے آپ ہنڈی دکھائیں اور روپیہ لے لیں۔ اس نے ہنڈی کا روپیہ ادا کر دیا اور ایک چٹھی نرسی بھگت کے نام لکھ دی جس میں لکھا کہ آپ کی لکھی ہوئی ہنڈی کا سارا روپیہ ادا کر دیا ہے۔ آئندہ بھی جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو۔ یا جو چیز درکار ہو لکھ بھیجا کریں مسافروں نے چٹھی لے لی اور جو بھینٹ دینا تھا۔ دے دیا۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر خوشی خوشی جوناگڑھ پہنچے۔ اور نرسی بھگت کی کُٹیا میں آ ٹھہرے۔

نرسی پہلے تو بہت گھبرایا۔ کہ کہیں انہیں روپیہ ادا نہ کرنا پڑے مگر جب اسے معلوم ہوا کہ شری کرشن نے ہنڈی کا روپیہ ادا کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک چٹھی لکھ بھیجی ہے۔ بہت خوش ہوا۔ لوگوں نے یہ سُنا۔ تو نرسی بھگت کی جے کے نعروں سے آسمان گونج اُٹھا۔ سارے شہر میں نرسی بھگت کی تعریف ہونے لگی۔ نرسی کی لڑکی سرسہ گڑھ میں بیاہی ہوئی تھی۔ اس کا سسر بڑا امیر کبیر آدمی تھا لاکھوں پر قلم تھی کروڑوں کا کام تھا۔ اُن کی پوتی کی شادی تھی یہ نرسی کی دوہتی تھی اس لئے رواج کے مطابق انہیں بھات بھیجنا چاہیئے تھا۔ اُن کا سمدھی اُن کی حالت سے واقف تھا۔ اور بخوبی جانتا تھا۔ کہ نرسنگھ مہتہ اب پہلا سا سیٹھ نہیں ہے۔ بلکہ

تارک الدنیا الشور بھگت ہے۔ اس لئے وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ اپنے سمدھی کو تکلیف دے لیکن برادری کے زور دینے پر اس نے پوتی کی شادی کی اطلاع بھیجنا ہی مناسب سمجھا۔ برادری والوں نے بھات کے لئے بہت سا زیور پارچات گھوڑے جوڑے لکھ بھیجے محض اس لئے کہ دیکھیں نرسی کس پانی میں ہے۔ اور جس پرماتما نے اس کی ہنڈی ادا کی ہے۔ آیا وہ اس کا بھات بھی دیتا ہے یا نہیں۔ پروہت چٹھی لے کر روانہ ہوا۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد جونا گڑھ پہنچا۔ نرسی سے ملا۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ نرسی نے چٹھی لے لی۔ اور پروہت کی خاطر تواضع کی۔ اگلے روز پروہت روانہ ہوا۔ نرسی نے بطور نذرانہ ایک پرانا سا برتن نذر کیا۔ اور کہا وہاں جا کر کہہ دیں میں تاریخ مقررہ پر ضرور حاضر ہوں گا۔ پروہت پرانا برتن دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔ مگر وہاں کر کیا سکتا تھا۔ کتنا سے کچھ دور جا کر غصے سے برتن کو زمین پر دے مارا۔ برتن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور پرماتما کی قدرت سے اس کی جگہ ہیرے جواہرات بن گئے پروہت بہت خوش ہوا۔ سب جواہرات کپڑے میں باندھ کر خوشی خوشی گھر پہنچا۔ نرسی کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ وہ ضرور شادی کے موقعہ پر آئے گا۔ شادی میں چند دن باقی تھے۔ نرسی نے شری کرشن کو یاد کیا۔ اور ان سے تمام سامان حاضر کرنے کی التجا کی۔ انہوں نے کہا گھبراؤ مت تم وہاں پہنچو سامان بھی پہنچ جائے گا۔

نرسی سفر کا مختصر سامان لے کر چل دیا۔ چند روز میں سرسہ گڑھ پہنچ گیا۔ خالی ہاتھ نرسی کو دیکھ کر سمدھی اور دوسرے لوگوں نے ناک بھوں چڑھائیں۔ اور بہت سی چہ میگوئیاں ہونے کے بعد نرسی کو ایک دھرم شالہ میں ٹھہرایا۔ اس کی لڑکی باپ کا اس طرح آنا دیکھ کر جل بھن گئی۔ اور چاہا کہ جس طرح بھی ہو باپ کا خاتمہ کر دے۔ کیونکہ اس کے آنے سے تو نہ آنا بہتر تھا۔ اس کو باپ کو نہلانے کے بہانے ابلتا ہوا پانی اس کے بدن پر ڈالنے کا انتظام کیا کہ بیچارہ جل کر مر جائے۔ مگر جسے پرماتما رکھے اسے کون مارے ادھر نرسی پر ڈالنے کے لئے پانی گرم ہو رہا تھا۔ ادھر کالی گھٹائیں امڈ آئیں۔ اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ لڑکی کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اگلے روز بھات کی ضرورت تھی۔ شری کرشن ایک سیٹھ کا بھیس بنائے تمام سامان لئے آموجود ہوئے اور لوگوں سے پوچھتے پوچھتے دھرم شالہ میں آ گئے۔ راستہ میں ایک شخص نے پوچھا تم کون ہو۔ جواب دیا کہ میں نرسی کا گماشتہ ہوں یہ خود پہلے آ گئے تھے۔ اور مجھے بھات کا سامان لے کر آنے کی تاکید کر آئے تھے۔ سو سب سامان لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بھات آنے کی خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اور لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ آن موجود ہوئے۔ جس نے سامان دیکھا اسی نے نرسی کی بہت تعریف کی۔ اور سارے شہر میں نرسی کی واہ واہ ہونے لگی۔ نرسی کہتا تھا کہ میں اس لائق کون ہوں یہ سب شری کرشن جی کی کرپا ہے۔ جو اپنے بھگتوں کی تمام مشکلیں آسان کرتے ہیں۔ اور جو شخص ان کا بھروسہ رکھتا ہے اس کے ہمیشہ آڑے آتے ہیں۔ بولو شری کرشن جی کی جے۔

حمد

شری بھگوان کرشن چندر یوگراج

مرسلہ گیانی لشن سنگھ جی

گذشتہ سے پیوستہ

جھانکی

قدم کی چھاؤں ہو جمنا کا تٹ ہو
اِدھر مرلی ہو ماتھے پہ مکٹ ہو
کھڑے ہوں آپ اک بانکی ادا سے
مکٹ جھونکوں میں ہو موج ہوا سے
خمیدہ ناز سے ہو قدِ بالا
مکٹ گھیرے ہوا ہو چندر ہالہ
کسی نازک کمر ہو کاچھنی سے
مندھی بنسی ہو جائے کی تنی سے
گلے میں ہو جڑاو ہار ہیکل
پڑے گلگوش میں ہوں کریٹ کنڈل
برابر کو سری رادھا کشوری
مدھر بنسری کی بجتی ہو پوری
کمر اُلجھی ہوئی نازک کمر سے
ہو اُلجھا پیت پٹ نیلا مبر سے
مکٹ سے چندریکا ہالے سے ہالہ
کڑوں سے تاربن مالا سے مالا
لڑی بیسر سے اور مکتا سے بکتول
لڑی سے کریٹ کنڈل سے کرنپھول
ستارے جھڑ رہے ہوں پیت پٹ سے
گندھی موتی کی لڑیاں ہو مکٹ سے
غرض اس طرح ہوں عکس حسن زیبا
کہیں رادھا ہوں رادھا کنہیا
اگر اس چھب کا آخر میں سماں ہو
میرا مرنا حیات جاوداں ہو
دُشالے کی غیوض ہو ہر کی دھتول
پڑیں آترے ہوئے سنگار کے پھول
لیے چلنے کو لکڑی برج بن کی

بینے اکسیر لڑیں پھونک کر بدن کی

نام

یہ پیارا نام آیا زباں پر
شری کرشن نند لال گوپال گردھر
شری رادھکا بر شری شیام سندر
شری گھنشیام مُرلی منوہر
اسی نام میں کتنی لے ہو رہی ہے
یہی نام ہے جس سے جے ہو رہی ہے
اسی نام کا لوگ کرتے ہیں سادھن
یہی نام ہے جس پہ گوپی تھی جوگن
اسی نام کے روپ کا دھیان دھریئے
یہی دھیان ہے جس پہ تن من سے مریئے
یہی نام برہما و شو نے اُچارا
اسی نام میں تو ہے برہمانڈ سارا
یہ وہ دھیان ہے دھیان میں جو نہ آیا
یہ وہ گیان ہے برہما جس میں سمایا
ادم شانتی ۔ شانتی ۔ شانتی

احساسات

از شری ناز سونی پتی

بات حیرت کی کیا کوئی کم ہے
چاند پورا ہے چاندنی کم ہے
بڑھتی جاتی ہے بے حسّی پیہم
آپ کہتے ہیں تیرگی کم ہے
اُڑتا جاتا ہے رنگ محفل کا
"دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے"
ساری دُنیا میں گھوم کر دیکھا
غم زیادہ ہیں اور خوشی کم ہے
دشمنوں نے کی دشمنی بے حد
دوستوں نے کی دوستی کم ہے
اور پینے دے مست آنکھوں سے
دل کی حسرت ابھی مٹی کم ہے
ہر کسی نے کیا ہے یہ محسوس
تیری محفل میں دلکشی کم ہے

بڑھاپا

از قلم شری گنیش دت جی آریہ سیوک

لڑکپن کے کھو جانے پر مستانی جوانی پھول پھول کر ہنس رہی ہے بڑھاپے کے پا جانے پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہے اس کھونے میں دکھ نہیں ہے سکھ ہے۔ اس پانے میں سکھ نہیں دکھ ہے۔ نرک ہے۔ لڑکپن کا کھونا واہ واہ اور بڑھاپے کا پانا ہائے ہائے۔ کون کہتا ہے۔ کہ جیون کا مطلب اُنتی ہے۔ سکھ ہے اور ترقی ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ کوری کلپنا ہے۔ دھوکا ہے۔ مجھ سے پوچھو۔ میرے تین سو پینسٹھ لمبے لمبے دنوں اور لمبی لمبی راتوں والے ایک دو دس نہیں بیس نہیں پورے اڑسٹھ سالوں سے پوچھو میرے کڑوے انبھووں سے پوچھو۔ کمزوری سے پوچھو وہ نہیں بتائینگے۔ کہ جیون کا مطلب واہ نہیں آہ ہے ہنسی نہیں رونا ہے۔ سورگ نہیں نرک ہے۔

لڑکپن نے ۱۵ سالوں تک گھور تپسیا کر کے کیا پایا؟ جوانی کے روپ میں سروناش اور پتن۔ جوانی نے بیس برسوں تک کبھی دھن کے پیچھے کبھی روپ کے پیچھے کبھی یش کے پیچھے۔ کبھی مان کے پیچھے دوڑ لگا کر حاصل کیا کیا؟ بڑھاپے جیسا بیچ ہر کر سروناش۔ مجھ سے پوچھو۔ میں کہتا ہوں۔ چھاتی ٹھونک کر کہتا ہوں۔ اس جیون کا مطلب ہے گراوٹ۔

ایک دن میں نمائش پار کر رہا تھا۔ کہ کچھ ڈسنٹ لڑکوں کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُن میں سے ایک نے کہا ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ بوڑھے نے کیا عجیب شکل پائی ہے۔ پورا سکندھا وادی معلوم ہوتا ہے۔ بس بات لگ گئی۔ بوڑھا ہونے سے انسان شدرہو جاتا ہے۔ اتنی بے عزتی۔ بڑھاپے کا اتنا اپمان؟ میں نے جھکی ہوئی کمر کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ ابھی چھوکرے ہو نادان بچے ہو تم کیا جانو۔ کہ یہ سنسار پریورتن شیل ہے۔ تم کیا جانو۔ کہ ہر ایک بالک اگر زندہ رہا تو جوان ہوگا۔ اور ہر ایک جوان ایک نہ ایک دن سکندھا وادی ہوتا ہے۔ ؎ جو جا کے نہ آوے وہ جوانی دیکھی۔ اور جو آ کر نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا۔

لڑکپن اور جوانی کے ہاتھوں بڑھاپے پر جیسے اتیاچار ہوتے ہیں۔ اگر ویسے ہی ظلم بڑھاپے کی طرف سے ہونے لگیں تو سارا سنسار ختم ہو جائے۔ بچے جنمتے ہی مار ڈالے جائیں۔ لڑکے ہوش سنبھالتے ہی گھر سے نکال دیئے جائیں۔ دادا کے نام پر فاتحہ پڑھنے کا محاورہ ہی نہ رہے۔ اب بھی سو میں سے ننانویں فیشن ایبل لڑکوں کے بھڑکیلے چمکیلے کپڑے کنگھی شیشہ، صابن یا وڈر پالش کے پیسے بوڑھوں کی کمائی کی تھیلی سے نکلتے ہیں۔ اب بھی سنسار میں دیا۔ پریم۔ کرونا اور انسانیت کی کھیتی کو پانی دینے والا بڑھاپا ہے۔ بے وقوف لڑکپن نہیں۔ متوالی جوانی نہیں۔ پھر بوڑھوں کا اتنا اپمان کیوں؟ لڑکے ہو ہو ہی کر کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں حیران ہو کر اُن کے الھڑ پنا اور جہالت پر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ اس وقت مجھے بھی اپنا گذرا ہوا زمانہ یاد آ گیا۔

آج ہاتھ مل مل کر کہتا ہوں۔ کہ میں اپنے جیون کی ساری کمائی نقدی جائداد اور نوٹوں کے بنڈل سب کچھ دے کر صرف جوانی لینے کو تیار ہوں۔ کوئی حکیم ہو تو سامنے آوے۔ اُسے نہال کر دوں گا۔ میں بڑھاپے کے روگ سے پریشان ہوں۔ جوانی کی دوا چاہتا ہوں۔ کوئی ڈاکٹر ہو تو آگے بڑھے۔

جب ساری دنیا خوشی کے گیت گا رہی ہوتی ہے۔ بسنت آتا ہے دسہرہ آتا ہے۔ دیوالی آتی ہے۔ تو سارا سنسار آنند

وبھور ہو اٹھتا ہے۔ تب میں ٹکا سا منہ لیئے ہوئے کوری آنکھوں سے ٹک ٹک دیکھتا ہوں اُف۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپا نرک ہے۔ اس نرک سے کوئی مجھے باہر کر دے۔ جوان بنا دے۔ میں زندگی بھر مشکور رہوں گا۔ کیونکہ بڑھاپے کی بادشاہی سے جوانی کی غلامی کروڑ درجہ اچھی ہے۔ ہاں ہاں کروڑ درجہ اچھی ہے۔ مجھ سے پوچھو میں جانتا ہوں۔ مجھ پر بیت رہی ہے۔ معصوم بچپن کا زمانہ دیکھ چکا۔ جوانی کا سورگ بھوگ لیا۔ اب بڑھاپے کے نرک میں آیا ہوں۔ بھوگنا ہی پڑیگا۔ بڑھاپا وہ روگ نہیں جس کی دوا کی جاسکے۔ یہ مرض ہی لاعلاج ہے۔ یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے مگر درد نہ جائے۔ بڑھاپے سے چھٹکارا صرف ایک بار ہوتا ہے۔ اور وہ ہوتا ہے دہکتی چتا پر۔ ہمارے روگ کی اگر دوا ہے۔ تو گنگا میا کا شیتل جل۔ یدی وید ہے تو بس پربھو کا پیارا نام ادم۔

پھر اب دیر کاہے کی۔ پربھو دیا کرو۔ سمن بھیجو جیون کی رسی کاٹ ڈالو اب یہ نرک بھوگا نہیں جاتا۔ بھوساگر میں ہاتھ مارتے مارتے تھک گیا ہوں۔ بے بس ہوں۔ پھر نئے سرے سے نربان ہو۔ نئے سرے سے سرشٹی ہو۔ نیا جنم ہو۔ نیا لڑکپن ہو۔ نئی جوانی ہو۔ تب ہی سکھ ہو۔ آموہ ہو پرموہ ہو۔ ونود ہو۔

بس اب دیر کاہے کی۔ پربھو دیا کرو۔ سمن بھیجو جیون کی رسی کاٹ ڈالو

ادم شم

یہ روشنی کا یُگ

کومی لوکناتھ دل

آزادی کے درپن میں اس روشنی کے یگ کی ایک چھوٹی سی جھلک۔ جو جھٹلائی نہیں جا سکتی جس میں سندیہہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو کوی کا اٹوٹ فیصلہ ہے۔ "دل"

میں دیکھتا چلا گیا یہ روشنی کا یُگ

بنیئے کو اکثر ڈھونگ لگاتے ہوئے دیکھا — اور افسروں کو رشوتیں کھاتے ہوئے دیکھا
بچوّں کو جیبیں کاٹ کر لاتے ہوئے دیکھا — غنڈوں کو جا تو عام چلاتے ہوئے دیکھا
مردوں کو غیرت بیچ کر کھاتے ہوئے دیکھا — عورت کو ننگے پن پہ اتراتے ہوئے دیکھا

اس طرح ہم کو بھا گیا یہ روشنی کا یُگ
میں دیکھتا چلا گیا یہ روشنی کا یُگ

تعلیم جوں جوں بچوّں کو پاتے ہوئے دیکھا — گھر کے بڑوں کو آنکھیں دکھاتے ہوئے دیکھا
پیسے چرا کے سینما میں جاتے ہوئے دیکھا — یا عشقیہ ناول کوئی لاتے ہوئے دیکھا
ہندوستاں میں پرورش پاتے ہوئے دیکھا — انگریزپن کے سامنے آتے ہوئے دیکھا

اس طرح ہم پہ چھا گیا یہ روشنی کا یُگ
میں دیکھتا چلا گیا۔ یہ روشنی کا یُگ

لڑکوں کو فلمی گیت یوں گاتے ہوئے دیکھا — کہ لڑکیوں سے سینڈل بھی کھاتے ہوئے دیکھا
پھر انگلیوں سے بال سہلاتے ہوئے دیکھا — اور سائیکلوں پہ وسلیں بجاتے ہوئے دیکھا
انسانیت کو روتے چلاّتے ہوئے دیکھا — حیوانیت کو ڈھول بجاتے ہوئے دیکھا

غیرت کو یوں چبا گیا یہ روشنی کا یُگ
میں دیکھتا چلا گیا یہ روشنی کا یُگ

کالج سے "لے بسوں" کو جب آتے ہُوئے دیکھا رنگین تتلیوں کو اِٹھلاتے ہُوئے دیکھا
چرچا کسی فلم کا چلاتے ہُوئے دیکھا فلمی رسالہ یا کوئی لاتے ہُوئے دیکھا
سنگار دُلہنوں سا لگاتے ہُوئے دیکھا اور بالوں کی نمائش دِکھاتے ہُوئے دیکھا

شرم و حیا کو کھا گیا۔ یہ روشنی کا ٹیگ
مَیں دیکھتا چلا گیا یہ روشنی کا ٹیگ

دُلہن کو ابھی ڈولی میں آتے ہُوئے دیکھا ہاتھوں میں ابھی "پرس" اُٹھاتے ہُوئے دیکھا
دُولھا کے ساتھ سیر کو جاتے ہُوئے دیکھا سڑکوں پہ رنگ رلیاں مناتے ہُوئے دیکھا
ہوٹل میں دن کو بیٹھ کے کھاتے ہُوئے دیکھا سینما کے ٹکٹ شام کو لاتے ہُوئے دیکھا

کیا کچھ نہیں بنا گیا۔ یہ روشنی کا ٹیگ
مَیں دیکھتا چلا گیا۔ یہ روشنی کا ٹیگ

عورت کو گھر کی لاج لُٹاتے ہُوئے دیکھا گھونگھٹ کا خود جنازہ اُٹھاتے ہُوئے دیکھا
سڑکوں پہ ننگے بازو گھماتے ہُوئے دیکھا شرم و حیا کو آپ گنواتے ہُوئے دیکھا
غیروں سے جا کے ہاتھ ملاتے ہُوئے دیکھا غیروں کے ساتھ ناچتے گاتے ہُوئے دیکھا

یُوں ننگا ہو کے آ گیا۔ یہ روشنی کا ٹیگ
مَیں دیکھتا چلا گیا۔ یہ روشنی کا ٹیگ

فیشن کو ایسی دُھوم مچاتے ہُوئے دیکھا نظروں سے سادگی کو گراتے ہُوئے دیکھا
یُوں مغربی تہذیب کو آتے ہُوئے دیکھا مشرق کا ہر رواج مٹاتے ہُوئے دیکھا
تعلیم کو وہ رنگ جماتے ہُوئے دیکھا پاکیزگی کا خُون بہاتے ہُوئے دیکھا

ایسا مذاق اُڑا گیا یہ روشنی کا ٹیگ
مَیں دیکھتا چلا گیا یہ روشنی کا ٹیگ

قسط دوئم

حضرت عیسےٰ کے اپدیش

از قلم۔ شری بالمکند جی
بی۔ اے۔ ایل ٹی۔

حلیمی (نمرتا)

تم نے سُنا ہے۔ " آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت " لیکن میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ بُرائی کا مقابلہ بُرائی سے مت کرو۔ اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پر تھپیڑ مارے تو بائیں رخسارہ بھی اس کے سامنے کردو۔ اگر کوئی نالش کر کے عدالت سے تمہارا کوٹ لے جائے تو اپنا جُبہ بھی اس کو دیدو۔ اگر تمہیں ایک میل چلنے کو کہے تو اس کے ہمراہ دو میل تک چلے جاؤ۔

جو مانگتا ہے اس کو دیدو۔ جو تُم سے اُدھار مانگتا ہے۔ اس سے پرے مت جاؤ۔ یہ تم نے سُن رکھا ہے " اپنے پڑوسی سے پریم کرو۔ دشمن سے نفرت کرو " میں کہتا ہوں دشمن سے پریم کرو۔ جو تم کو گالیاں دیتا ہے۔ تم اس کو آشیرباد دو جو تم سے نفرت کرتے ہیں، ان سے نیکی کرو۔ جو تمہیں نفرت سے کشٹ پہنچاتے ہیں۔ ان کے لئے دعائے خیر کرو۔

تاکہ تم اپنے پتا کے لائق پتر ہو جو کہ آسمان پر ہے۔ کیونکہ وہ اچھے اور بُرے سب لوگوں پر یکساں سورج چمکاتا ہے اور انصاف پسندوں اور بے انصافی کرنے والوں پر سب پر یکساں بارش کرتا ہے۔ اگر تم اُن سے پریم کرتے ہو، جو تم سے محبت کرتے ہیں۔ تو تُم نے زیادہ کیا کیا، کیا شراب بیچنے والے ایسا نہیں کرتے جس طرح آسمان پر تمہارا اپنا پورن (مکمل) ہے۔ تم بھی پُورن بنو۔

دان (خیرات)

خبردار! تم لوگوں کو دکھلا کر خیرات نہ کرو۔ نہیں تو رب کا پتا جو آسمان پر ہے اس کا کوئی عوضانہ نہیں دیگا۔ دان دیتے سمے ڈھول باجے نہ بجاؤ۔ جیساکہ جھوٹے لوگ گلیوں بازاروں میں کرتے پھرتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کی تعریف کریں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ انھوں نے اپنا پھل پالیا ہے۔

جب تم دان کرو تو تمہارا دائیں ہاتھ نہ جانے۔ کہ تمہارے بائیں ہاتھ نے کیا گیا ہے۔ تمہارے لئے ضروری ہے، دان چھپ کر کرو۔ ہمارا باپ جو چھپ کر دیکھتا ہے تمہیں اس کا پھل دیگا۔

عبادت (بھجن)

جب تم عبادت کرو۔ تو جھوٹے لوگوں کی مانند مندروں میں جاکر یا گلی کوچوں کے کنارے کھڑے ہوکر بندگی نہ کرو (تاکہ لوگ تمہیں دیکھیں) جو ایسا کرتے ہیں۔ انہوں نے یقیناً اپنا پھل پالیا ہے۔ کیونکہ وہ یہی چاہتے تھے۔ کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ ان کی یہ مُراد پُوری ہوگئی ہے۔ اب وہ اور کیا چاہتے ہیں۔ جب تم بھجن کرو تو بند کمرہ میں کرو۔ کوئی دوسرا انہیں نہ دیکھے۔ پھر تمہارا آسمانی باپ (پرمیشور) جو چھپ کر دیکھتا ہے۔ تمہیں ظاہرا طور پر انعام دیگا۔

جب تم بھجن کرو۔ تو بار بار مت دہراؤ۔ ایسا کرنے سے تمہاری پرارتھنا زیادہ منظور نہیں ہوگی۔ کیونکہ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی پرمیشور جانتے ہیں۔ کہ تمہیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔

اس طرح پرارتھنا کرو

اے ہمارے آسمانی باپ۔ تیری ذات پاک ہے۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیرا اس زمین پر بھی راج ہو۔ جیساکہ بہشت میں ہے۔ ہمیں آج کا بھوجن دیجئے۔ ہمارے قرض معاف کر دیجئے جس طرح ہم اپنے مقروض لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں ہمیں گناہ کی راہ پر نہ لے چلیئے۔ ہمیں برائیوں سے دُور رکھیئے۔ کیونکہ آپ ہی کی بادشاہت اور طاقت اور دبدبہ سدا رہنے والا ہے آمین (پر بھو تیری اچھیا پورن ہو) اگر تم لوگوں کے قصور معاف کروگے۔ تو تمہارا پربھو بھی تمہارے قصور بخش دیگا۔ اگر تم نے لوگوں کے قصور معاف نہ کیئے۔ تو تمہارا پربھو بھی تمہارے قصور معاف نہیں کریگا۔ (باقی پھر)

تیرھواں ادھیائے

کشیتر کھشیتریگ بھاگ یوگ

۱۔ پھر زبانِ حق ہوئی گوہر فشاں
اَے دلاور۔ صاحبِ تیر و کماں
یہ جہاں یہ جسم یہ قالب جو ہے
اِس جہاں میں جانتا جو اسکو ہے
جاننے والے صفات و ذات کے
رازداں راز کہتے ہیں اسے
۲۔ درحقیقت وہ میں اے باصفات
یہ جہاں بھی رُوح بھی ہے میری ذات
اِس جہاں و رُوح کا یہ علم پاک
ہر طرح کے علم سے ہے تابناک
۳۔ یہ جہاں جو کچھ بھی ہے جیسا بھی ہے
اسکی خاصیت ہے کیا خود کیا ہے
اَور یہ خاصیتیں اے خوش لقب
جسطرح پیدا ہوئیں ان کا سبب
نیز یہ ارواح کیا ہیں سر بسر
اَور ان کا ہے جہاں پر کیا اثر
مختصر تم سے بیاں کرتا ہُوں میں
رازِ سربستہ عیاں کرتا ہُوں میں
۴۔ عالموں نے مختلف انداز سے
مختلف اشعار میں اعجاز سے
اِس کو لکھا ہے یقیں اندر یقیں
اَور کی ہے شرح بیحد دلنشیں

۵۔ پانچ عنصر ہیں جہاں میں بر ملا
آب و خاک و آتش و باد و خلا
تین جوہر۔ مادہ و کبر و عقل
ایک دل اُس دل کی حرکت و نقل
پانچ اعضا دس حواسِ مدرکہ
ان حواسوں کے مزاجِ خاصہ
و ہِراں سب قوتوں کا نام ہے
جن سے پیدا صورتِ اجسام ہے
سہل لفظوں میں اسے تم یوں کہو
جسم کہتے ہیں جہانِ جسم کو
۷۔ خودستائی کی ہوس جس کو نہیں
فرض کا پابند ہے جو بالیقیں
عفو کرتا ہے جو اوروں کے قصور
راستی ہے جس کا پیشہ بے قصور
خدمتِ الیشور میں ہے جو گرم کار
ظاہر و باطن میں ہے آئینہ دار
نیک کاموں میں ہے جسکو انہماک
جسکا دل قابو میں جسکا نفس پاک
۸۔ نام کو جس میں نہیں کبر و غرور
خواہشاتِ دنیوی سے دُور دُور
پیری و مرگ و ولادت اَور مرض
جانتا ہے اس کی جو وجہ و غرض

دُور ہے جو ثمرۂ افعال سے
بے غرض ہے۔ نیک و بد اعمال سے
۹۔ اُلفتِ فرزند و زن جس کو نہیں
زیور و زر کی لگن جس کو نہیں
راحت و تکلیف یکساں ہے جسے
خارِ صحرا۔ گُلِ بداماں ہے جسے
۱۰۔ عشق کے جذبہ سے جو مدہوش ہے
قلب جس کا مجھ سے وصلت کوش ہے
جس کو خوش آتا نہیں جمِّ غفیر
جو ہے بالکل بے تعلق۔ گوشہ گیر
۱۱۔ علمِ ظاہر۔ علمِ باطن ہے جسے
رات ہے رات اور دن دن ہے جسے
ایسے نیک اعمال کو بے قیل و قال
جانِ ہستی جانتے ہیں اہلِ حال
ایسے عالم کی صفاتِ پاک تر
جو بیاں اُوپر ہوئی ہیں سر بسر
علمِ حق کے نام سے موسوم ہیں
کیوں کہ اُن میں جلوہ گر ہوں میں ہی میں
۱۲۔ اب سناتا ہوں تمہیں اے باکمال
ذکرِ کرپاسندھو و رگھبر دیال
جسکا ملنا ہے حیاتِ جاوداں
جس کے اندر ہے نجاتِ جاوداں

۱۔ کرشن مہاراج نے فرمایا ۲۔ رُوح کی جمع ۳۔ رشی گیانی ۴۔ مختلف طریقہ ۵۔ منت بیار ۶۔ بہت تفصیل سے کہ کر سمجھانا ۷۔ اعلیٰ جزو ۸۔ منطقے طور پر ۹۔ پانی ۱۰۔ مٹی ۱۱۔ آگ ۱۲۔ ہوا ۱۳۔ آکاش ۱۴۔ پرکرتی ۱۵۔ غرور ۱۶۔ سمجھ بچار ۔ ۱۔ کسی کام کی نہایت کوشش ۲۔ بوڑھاپا اور موت پیدائش بیماری ۳۔ بیوی بچوں کی محبت ۴۔ بھاری مجمع بھیڑ

ایک ہی یہ سب اُسی کا ہے ظہور
جسم و جاں سے برتر و بے مثل نُور
ابتدا و انتہا سے ہے بَری
ہے اُسی کی چار سُو جلوہ گری
بے تعلق ہے حق و باطل سے وُہ
سب میں شامل دُور ہر شامل سے وہ
۱۳۔ اس کے ہر سُو ہیں دہان و گوش و سر
دست و پا و دیدۂ جلوہ نگر
سب کو دیکر صورتِ نقش و نگیں
اس جہاں میں آپ ہوتا ہے مکیں
۱۴۔ ہے اسی کے دَم سے احساسِ حواس
خود ہے لیکن بے حواس و بے قیاس
گو صفاتِ ظاہری سے دُور ہے
لیک اسی میں یہ جہاں مستُور ہے
جُملہ مخلوقات پر فائق ہے وہ
حمد کے توصیف کے لائق ہے وہ
۱۵۔ وُہ اگرچہ ہے سراسر بے صفات
ہر صفت میں پر ہے لیکن اُسکی ذات
سب کے اندر سب کے باہر ہے وہی
سب سے بہتر سب سے برتر ہے وہی
متحرک، ساکن اشیائے جہاں
جو بھی ہیں کیا آشکارا کیا نہاں
سب اُسی سے ہیں وُہ ہے موجودِ کُل
ہے اُسی کے دم سے ہست و بودِ کُل
اتنا لطیف ہے نہیں آتا نظر
جاننا بھی اُس کا ہے دشوار تر
سب سے وہ نزدیک بھی ہے دُور بھی
ہر جگہ موجود بھی مستُور بھی
۱۶۔ ایک ہے واحد ہے ذاتِ پُر صفات
اس کے ٹکڑے ہوں۔ نہیں ممکن یہ بات
لیکن اس دُنیائے دُوں کے درمیاں
منقسم سا سب میں ہوتا ہے عیاں
جُملہ مخلوقات کی پروردگار
ہے وہی ذاتِ احد ذاتِ قرار
مُوت پیدائش اُسی کا ہے ظہُور
قالبوں کی زندگی شکلوں کا نُور
۱۷۔ حق ہے وُہ برحق ہے وہ ذاتِ بری
نُوریوں کا نُور، ظُلمت سے بَری
سب کے لوحِ دل پہ وُہ مرقوم ہے
دو جہاں کا حال اُسے معلوم ہے
قلب ہو شے۔ اس کا جلوہ خانہ ہے
شمع ہے وُہ۔ یہ جہاں پروانہ ہے
۱۸۔ علم و جسم و رُوح کی یہ داستاں
چند لفظوں میں ہوئی ہے جو بیاں
جان کر اسکو مرا طاعت گذار
اس فنا کے بحر سے ہوتا ہے پار
۱۹۔ مادّہ و رُوح بے قطع و برید
ہیں فنا و آفرینش سے بعید
مادّہ سے ہوتے ہیں پیدا یہاں
سب عوارض اور اوصافِ جہاں
۲۰۔ جسم اور تاب حواس مدرکہ
ہیں جگر بندِ وجودِ مادہ
رنج و راحت جس کا سب کو پاس ہے
رُوح اس کا باعث احساس ہے
۲۱۔ جسم میں رہکر یہ ذاتِ رُوحِ پاک
ہوتی ہے آلودہ لذّاتِ خاک
نیک و بَد قالب میں آتی ہے جو رُوح
بے طلب طالب میں آتی ہے جو رُوح
اس کا باعث ہے صفاتی کائنات
یہ حواس و مادّہ کی ہے کائنات
۲۲۔ رُوح اِس جسم میں جو ہے نہاں
جس کا شیوہ پرورش ہے بے گماں
جو ہے شاہد اور ہے نیکو صلاح
جس کا مقصد سب کی بہبود و فلاح
ذاتِ برحق ذاتِ عالی ہے یہی
اس جہانِ غم کا والی ہے یہی
۲۳۔ جانتا ہے جو صفاتِ ذات کو
مادّہ کی فطرتِ اثبات کو
وہ تناسخ سے بری ہو جاتا ہے
ہر میں مِل کر خود ہری ہو جاتا ہے
۲۴۔ کوئی محویت سے ذاتِ نُور کی
دیکھتا ہے اپنے دل کی روشنی
کوئی تارک علم کی تنویر سے
دیکھتا ہے دل میں جلوہ گر اُسے
بے غرض اعمال سے واصل کوئی
لُوٹتا ہے لُطفِ وصلِ سرمدی
۲۵۔ اور کچھ انسان ایسے ہیں یہاں
ان مشاغل کے نہیں جو رازداں
سُن سُنا کر دوسروں سے ذکرِ رام
کرتے ہیں دن رات غور و فکر رام
وُہ بشر بھی بحرِ طوفانِ اجل

۶۔ بے مثال روشنی ۔ ۱۔ برائی رکھنے والا ۔ ۲و۳۔ کثرلعب ۔ ۴۔ سوکشم ۔ ۵۔ بہت مشکل ۔ ۶۔ چھپا ہوا ۔ ۷۔ تقسیم ہونا بنا ہوا ۔ ۸۔ اکیلی ذات ۔ ۱۔ اندھیرا ۔ ۲۔ دل کی تختی ۔ ۳۔ چراغ
۴۔ کائنات جیبانت ۔ ۵۔ دُور ۔ ۶۔ گواہ ساکشی ۔ ۷۔ بھلائی ۔ ۸۔ آواگون کا چکر ۔ ۱۔ یکطرفہ دل لگا کر بھگوان کا دھیان کرنا ۔ ۲۔ گیان یوگ سے ایشور کو دیکھنا ۔ ۳۔ نشکام

پار کر جاتے ہیں بے خوف و خلل
۲۶۔ بے حس و با حس یہاں جو کچھ بھی ہے
بے مکان یہ لامکاں جو کچھ بھی ہے
اتصالِ روح و قالب کے سبب
ہیں وجود و بود کے لذت طلب
۲۷۔ سب میں یکساں جسکی ہست و بود ہے
جملہ مخلوقات میں موجود ہے۔
فانیوں میں جس کی ذاتِ پاک تر
بے فنا انوار سے ہے جلوہ گر
دیکھتا ہے جو اُسے ہر شش جہات
آنکھ رکھتا ہے وہی پاکیزہ ذات
۲۸۔ ذاتِ برحق قدرتِ پرماتما
جو ہے یکساں ہر طرف جلوہ نما
وہ بشر وہ پاک دل وہ پاک ہیں
دیکھ کر اُس ذات کا نورِ جبیں۔
اپنی ذلت کا سبب ہوتا نہیں
اپنے ہاتھوں آپ کو کھوتا نہیں

اس طرح کرتا ہے حاصل بے گماں
وصلِ ذاتِ حق نجاتِ جاوداں
۲۹۔ فعل کا فاعل ہے جسم مادی
روح ہے افعال سے بالکل بری
جانتا اس راز کو ہے جو بشر
ہے وہی عالم وہی اہلِ نظر
۳۰۔ اس جہاں کی سب صفاتی قدرتیں
دیکھتا ہے جب کوئی مجھ ایک میں
اور جس دم جان لیتا ہے یہ راز
ایک ہی خالق کا ہے سب ساز باز
پھر وہ پاکیزہ بشر۔ پاکیزہ کار
منزلِ جاناں میں پاتا ہے قرار
۳۱۔ روح ہے بے ابتدا بے انتہا۔
بے صفات و بے زوال و بے ریا
گو مکانِ جسم میں آباد ہے
قید سے افعال کی آزاد ہے
فعل کا اسپر اثر ہوتا نہیں

دامنِ انوار تر ہوتا نہیں۔
۳۲۔ جسطرح اپنی لطافت سے خلا
ہر جگہ ہر چیز میں ہوتا ہوا
سر بسر بے میل بے آلود ہے
روح بھی سب میں یونہیں موجود ہے
قالبِ خاکی میں رہ کر جا بہ جا
ہو نہیں سکتی ہے آلودہ ذرا
۳۳۔ جسطرح اس عرش پر اس فرش پر
ہے ضیا پاش اک مہرِ جلوہ گر
بس یونہیں اس جسم کو یہ روحِ پاک
کرتی ہے انوارِ حق سے تابناک
۳۴۔ جان لیتے ہیں جو رازِ جسم و جاں
اور اسرارِ نجاتِ جاوداں
وا ہیں جن کے دیدۂ انوار ہیں
جن کی چشمِ قلب ہے اسرار بیں
ملتی ہے اُن کو حیاتِ جاوداں
پاتے ہیں وہ میری منزل میں مکاں

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا سوپ نشت شو برہم وِدیا یانگ یوگ شاستر ے شری کرشن ارجن سنبادے کھیشتر کھیشتریگ بھاگ یوگو نام۔ ترلودشو ادھیائے۔
ہری اوم تت ست

چودھواں ادھیائے

گُن ترے بھاگ یوگ

۱۔ یوں ہے پھر ارشاد خلاقِ جہاں
اے دمِ اغیار را برقِ جہاں
پھر بتاتا ہوں تمہیں وہ رازِ ذات

علم ہے جس راز کا علم الحیات
جان کر جس کو پرستارانِ حق
ہوتے ہیں وابستۂ دامانِ حق

۲۔ جو بشر اس علم سے ہیں بہرہ یاب
اور وصلِ ذاتِ حق سے کامیاب
وہ ہیں دور از گردشِ بود و نبود

۶۔ ملنا۔ ۷۔ طرفیں۔ یعنی چھوؤں طرفیں اوپر نیچے۔ دائیں۔ بائیں۔ آگے پیچھے۔ ۱۔ پرکرتی۔ ۲۔ آتما۔ ۳۔ جمع فعل کی (کرم) ۴۔ اکرتا۔ بے تعلق۔ ۵۔ ہلکا پن۔ ۶۔ جگہ جگہ۔
۷۔ روشنی چھڑکنے والا۔ ۸۔ کھلے ہوئے۔ ۹۔ بھگتی۔ ۱۔ اتی اتم گیان۔

وہ کبھی پلٹتے نہیں خاکی وجود
۳۔ میں جب اپنے تخم سے باصد کرم
بارور کرتا ہوں قدرت کا شکم
تب یہ مخلوقات و جملہ کائنات
عالم صورت میں پاتی ہیں حیات
۴۔ جتنی چیزیں ہیں یہاں جو کچھ بھی ہے
بے رواں و باروان جو کچھ بھی ہے
قدرت ان سب کی ہے مادر میں پدر
ہے ہمیں سے یہ جہان خشک و تر
۵۔ میری اس قدرت کی یہ خاصیتیں
جو ہیں ظاہر علم[۲] و شوق[۳] و جہل[۴] میں
روح کو رکھتی ہیں قالب میں اسیر[۵]
بے طلب ہستی کو طالب میں اسیر
۶ ستوگن یہ بھی اب سن لو کہ یہ خاصیتیں
روح کو رکھتی ہیں کیوں کر جسم میں
علم پاکیزہ ہے جلوہ ریز ہے
بے کثافت[۶] ہے لطافت خیز ہے
اس لئے راحت کی دانش کی ہوس
روح کو رکھتی ہے پابند قفس
۷ رجوگن شوق کا دامن ہے دام حرص[۸] دراز
خواہشات دنیوی کا دل نواز
اس لئے اعمال کے یہ ذوق شوق
ڈالتے ہیں روح کی گردن میں طوق
۸ تموگن جہل بے علمی سے پاتا ہے ظہور
اس کی دنیا ہے نظر گاہ فتور
عیش و خواب و غفلت اس کا ہیں وجود
یہ وہ کافر ہے کہ ہے عالم ربود

بس اسی دھوکے سے یہ ذلت پسند
روح کو رکھتا ہے اس قالب میں بند
۹۔ علم لے جاتا ہے راحت کی طرف
شوق ہے اعمال کا دامن بکف
لیکن اے ارجن یہ جہل نابکار
طائر دانش کو ہے اک دام وار
جانب بدمستی[۲] و غفلت وشی
کھینچتا ہے سب کو یہ کمبخت ہی
۱۰۔ گاہ کرکے زیر جہل و شوق کو
علم پاتا ہے دماغ فوق کو
گاہ دکھلاتا ہے چشم شعلہ بار
شوق علم و جہل پر ہوکر سوار
اور علم و شوق ہوتے ہیں کبھی
جہل کے زیر اثر محو خودی
۱۱۔ ترقی ستوگن جہل کی تاریکیاں جس دم ہوں دور
ہوں حواس قلب و قالب عین نور
اس گھڑی یہ جان لینا چاہیے
جسم ہے پرنور مہر علم سے
۱۲۔ ترقی رجوگن حرص و فکر و اضطراب و آرزو
تن کے آئینہ میں ہوں جب روبرو
ہے دلیل اس بات کی اے خوش نظر
شوق غالب جسم پر ہے سر بسر
۱۳۔ ترقی تموگن بے وقوفی عیش و عیاشی و خواب
کاہلی سستی ہو جس دم غلبہ یاب
جان لو یہ جسم بے نور و نظر
ہے جنون جہل کا شوریدہ سر
۱۴۔ انتہائے علم کے اوقات میں

جو فدا کار عبادت جان دیں
ایسی منزل کے وہ ہوتے ہیں مکیں
جس سے کوئی لوٹ کر آتا نہیں
۱۵۔ نزع[۲] میں جس پر ہو قابو شوق کا
اس بشر پر پھر در دنیا ہو وا[۴]
اور اگر ہو جہل کی حالت میں موت
یا کوئی ہو عالم غفلت میں فوت
تو اسے ملتی ہے۔ حیوانی حیات
طائروں[۲] کی یا بہائم[۳] کی حیات
۱۶۔ علم کا ثمرہ ہے تسکین و نجات
شوق کا پھل ہے غم و رنج صفات
جہل کا حاصل ہے اے مرد جری
بے وقوفی۔ بے بسی۔ خیرہ سری[۵]
۱۷۔ علم سے ہوتا ہے پیدا سکوں
شوق سے حرص و محبت کا جنوں
جہل سے سرمستی و سرخیرگی
بدنگاہی بدنمائی تیرگی
۱۸۔ علم والے راہ بالائے پہ چلے
پریم کے اشغال میں کرتے ہیں طے
شوق والے درمیان ہست و بود
زندگی پاتے ہیں بے شرط و قیود
جہل والے جن کے دل ہیں تنگ تنگ
پستیوں کے غار میں کھاتے ہیں سنگ
۱۹۔ فعل کا فاعل جہاں میں بالیقیں
جز صفات مادہ کوئی نہیں
روح بالکل پاک ہے بے لاگ ہے
برق دم ہے شعلہ خو ہے آگ ہے

۲۔ ستوگن۔ ۳۔ رجوگن۔ ۴۔ تموگن۔ ۵۔ قید۔ ۶۔ بے میل۔ ۷ نزل۔ ۸۔ لالچ کا جال۔ ۱۔ ستوگن برتی کی حالت۔ ۲۔ جان نکلنے کی حالت۔ رجوگن کی حالت۔ ۴۔ کھلنا دروازہ دنیا کا یعنی دوبارہ پیدا ہونا۔ ۱۔ تموگن۔ ۲۔ پرندے۔ ۳۔ چوپائے جانور۔ ۴۔ اگیان۔ ۵۔ پریشانی۔ فکر۔

جانتا ہے جو بشر یہ رازِ ذات
بعد مردن اُس کو ملتی ہے نجات[۱]

۲۰. جو بشر سرمست ہے پُر ذوق ہے
بے نیازِ جہل و علم و شوق ہے
پیری و مرگ و ضعیفی کا خطر
مٹ گیا ہے جس کے دل سے سر بسر
اُسکو ملتی ہے حیاتِ جاوداں
ہے اُسی کا حق نجاتِ جاوداں

۲۱. عرض کی ارجن نے اے عالم فروز
اے بقلبِ جاں. فنائے دہر سوز
جس بشر سے دُور ہیں تینوں صفات
پا گیا جو رنج و راحت سے نجات
اُسکی کیا پہچان ہے فطرت ہے کیا
اُسکا کیا اخلاق ہے عادت ہے کیا
اور ہو سکتا ہے کیوں کر بے قلق[۱]
کوئی انسان تارک[۲] و مشمولِ حق.

۲۲. اپنے شیدائی کا سنکر یہ سوال
گوہر افشاں یوں ہوئے رگھبیر دیال
شوق و علم و جہل غالب ہوں اگر
جسم پر یا کچھ نہ ہو ان کا اثر
جس کو اس عالم میں اے انوار ہیں
ان سے کچھ نفرت نہیں الفت نہیں
ترکِ علم و ترکِ جہل و ترکِ شوق
جس کا شیوہ ہے. اُسے سب پر ہے فوق[۴]

۲۳. اپنا اپنا کام کرتی ہیں صفات
سر بسر بے واسطہ ہے میری ذات
جانتا ہے جو یہ رازِ ہست و بود
ہے وہی تارک وہی پاکیزہ وجود

۲۴-۲۵. راحت و تکلیف یکساں ہیں جسے
ہجو اور تعریف یکساں ہے جسے
ہوش قائم عقل ہے جس کی درست
خواب سے غافل نہ بیداری سے چست
سنگ و خاک و زر برابر ہیں جسے
کمتر و برتر برابر ہیں جسے
دوست دشمن میں جو بے تمیز ہے
جس کو پریم الیش ہی ہر چیز ہے
عزت و بے عزتی بند و نجات
جس کی دنیا میں ہیں یہ سب ایک بات
جس کا دل ہے علم سے آگاہ راز
ثمرۂ فعل و عمل سے بے نیاز
وہ بشر ہے تارکِ دنیائے دوں
وہ بشر ہے واقفِ رازِ دروں

۲۶. صدقِ دل سے پُر عقیدت جو بشر
جان دیتا ہے مری سرگرم کار
انتہائے عشق سے لیل و نہار
بندگی میں ہے مری سرگرم کار
پار ہوتا ہے بغیر امداد کے
بحرِ امواجِ صفاتِ دہر سے

۲۷. کیونکہ میں ہوں بے فنا و پُر بقا
ہے مجھی سے ابتدا و انتہا
ذرّے ذرّے میں ہے روشن میرا نور
سب ہیں میرے آدم و وحش و طیور
قدرت و قانونِ قدرت مجھ سے ہے
فطرت و اسبابِ فطرت مجھ سے ہے
میں ہوں یکسر علم سر تا سر سرور
جلوہ گر ہوں ہر جگہ نزدیک و دور

———.———

اوم تت ست اتی شریمد بھگوت گیتا سوپ نشت سُو برہم ودیا یانگ یوگ شاسترے شری کرشن - ارجن سنبادے
گن تریے بھاگ یوگو نام - چتردشو (۱۴) ادھیائے ۔
ہری اوم تت ست

پندرھواں ادھیائے

پرشوتم یوگ

اے مرے اسرار کے انوار ہیں　ہے مری جو یہ صفاتی کائنات
آپکے لب اعجاز ہیں سحر آفریں

۲۰ دیکھتی - ۱. تعلق یعنی بے قرار - ۲. نیائی - ۳. الیشور میں شامل ہونیوالا - ۴. فوقیت بڑائی - ۱. لیوان دشواس - اور درڑھ پریم - ۲. رات دن - ۳. دنیاوی مایا کے سمندر کی لہریں
۴. آدمی اور جنگلی جانور، پرندے - ۱. محاورہ شری کرشن مہاراج پھر فرماتے ہیں.

میری اپنی میری ذاتی کائنات
اسکی یوں تشریح کی جاسکتی ہے
اس کو یوں تشبیہہ دی جاسکتی ہے
اک شجرؔ پیپل کا سمجھو سامنے
جس کی اوپر ہیں جڑیں نیچے تنے
برگؔ جس کے وید ہیں اے نامدار
ہے خزاںؔ سے بے خبر جس کی بہار
اس شجر کا جس کو ہے معلوم بھید
وہ بشر ہے واقف اسرار وید
۲۔ اسکی شاخیں علم و شوق و جہل سے
چار سُو ہیں پرورش پائے ہوئے
کونپلیں جتنی ہیں اُن میں ہیں بھری
جملۂ لذات و خواص عنصری۔
بیخ آویزاں کہ ہیں بے انتہا
سر بسر اعمال کا ہیں سلسلہ
اور ہیں پھیلی ہوئی بے شبہ شک
اس جہاں میں سمت زیریں دُور تک
۳۔ لیکن اے ارجن یہ پوشیدہ شجر
اک بشر کو بھی نہیں آتا نظر
از کجا ہے تا کجا اس کا وجود
اور کس پر منحصر ہے ہست و بود
کیا ہے اس کی ابتدا کیا انتہا
راز مخفی ہے نہیں کھلتا ذرا
۴ و ۵۔ ایسی مضبوطی سے جڑ پکڑے ہوئے
نیچے اوپر ہر طرف جکڑے ہوئے
اس شجر کو تیشۂ ترک تعلق سے
یہ سمجھ کر کاٹ دینا چاہیئے

مَیں صفاتی دہر کا بندہ نہیں
ہے مجھے اک ذات ایشور پر یقیں
جس سے نکلی ہے یہ جملہ کائنات
جو ہے خلاق ثبات و بے ثبات
اسطرح سے عارفوں کو وہ مقام
ڈھونڈھ لینا چاہیئے اے نیکنام
جس کا ہر مسکن پذیر و ہر مکیں
اس جہاں میں لوٹ کر آتا نہیں
جو بشر کبر و محبت سے ہے دُور
نفرت و شوق و عداوت سے ہے دُور
جس نے اپنے نفس کو قابو کیا
ہر تمنا ہر ہوس کو کھو دیا۔
محو نور ایش ہے جو روز و شب
جسکو یکساں بزم غم بزم طرب
ایسا پاکیزہ دل اور نیک نام
بعد مر نیکے وہ پاتا ہے مقام
۶۔ مہر و مہ روشن نہیں کرتے جسے
آتشیں جلوے نہیں بھرتے جسے
ہے یہی منزل گہہ نایاب من
جلوۂ من۔ جلوۂ پرتاب من۔
جس میں جاکر پھر کوئی آتا نہیں
ذلتوں کی ٹھوکریں کھاتا نہیں
۷۔ جزو من جزو قدیم ذات من
در لباس روح تابندہ بدن
ایں حواس و قلب را ہر مدد
جانب خود مے کشد مے آورد
ترجمہ شلوک۔ ۷۔ اس جسم میں رہنے والا

یہ آتما میرا ہی انش اور میری ذات کا پورا انش ہے
جو اس دُنیا میں پانچوں اندریوں اور حواس اور نفس (من)
کو اپنی طرف کھینچتا اور لاتا ہے۔ اور ان سے گھرا ہوا ہے
۸۔ پیکر خاکی میں جب آتی ہے رُوح
یا کسی تن سے نکل جاتی ہے رُوح
ان حواس و قلب کو یہ خوش خرام
ساتھ لے کر آتی جاتی ہے مدام
بُوئے گُل کو جسطرح گُل سے ہوا
ساتھ لے جاتی ہے اپنے جابجا
۹۔ رُوح اس دل ان حواس جسم سے
لذت دُنیا کے لیتی ہے مزے
۱۰ و ۱۱۔ لیکن اس در پردہ لذت گیر کو
بیروں از قالب ہو یا قالب میں ہو
بے وقوف انسان نہیں پہچانتے
جن کے دل روشن ہیں وہ ہیں جانتے
اہل ہمت شغل جن کا پیشہ ہے
نفس جن کا زیر دست تیشہ ہے
نور پیکر دیکھتے ہیں وہ اسے
اپنے اندر دیکھتے ہیں وہ اسے
اور جو انسان ہیں بے چشم شعور
دیکھ سکتے ہی نہیں وہ اسکا نور
۱۲۔ مہر عالمتاب ہے جو ضو فگن
میرے اک جلوے کی ہے بس اک کرن
آتش و مہتاب روشن مجھ سے ہے
ہر منور جلوہ افگن مجھ سے ہے
۱۳۔ مجھ سے ہے ارض و سما کا کُل نظام
ذرہ ذرہ ہے مری جائے قیام

۲۔ بھید کی روشنی دیکھنے والا۔ ۳۔ درخت۔ ۴۔ پتے۔ ۵۔ پت جھڑ کا موسم۔ ۶۔ جڑیں۔ ۷۔ لٹکا۔ ۸۔ نیچے کی طرف۔ ۹۔ کہاں سے کہاں تک۔ ۱۰۔ عقل کا بسولا (اوزار)۔ ۱۔ سورج
۱۔ چاند۔ ۲۔ میرا عجیب گھر۔ ۳۔ جسم۔ ۴۔ ہمیشہ۔ ۱۔ جسم سے باہر۔ ۲۔ گیانی جن۔ ۳۔ دُنیا کو روشن کرنیوالا سورج۔ ۴۔ روشنی ڈالنے والا۔ ۵۔ آگ۔ ۶۔ چاند۔ ۷۔ روشن سیارے

میری ہی قدرت سے اے مجھ پر نثار
سب جماوات زمیں ہیں آشکار
میں ہوں ماہ پُر عروق و پُر نمود
جس سے بڑھتے ہیں نباتاتی وجود
۱۴- میں ہی بنکر آتش پنہاں دہر
سب میں رہتا ہوں مثال جان دہر
جتنے یہ اجسام آب و گل کے ہیں
ان کے دم ان کے نفس سے ملکے ہیں
چار اقسام خورش کا ہر اناج
روز و شب کرتا ہوں ہضم امتزاج
میں ہوں سب کے قلب میں مسکن پذیر
ذہن میں ہوں عقل میں ہوں میں ضمیر
۱۵- یاد رکھو ارجن نکتہ شناس
حافظے کا علم کا مجھ سے ہے پاس
میں ہی علم وید ہوں دہر اندروں
جاننے پہچاننے کا راز ہوں
میں ہی ویدوں کا مصنف میں ہی وید
جانتا ہوں میں ہی سب ویدوں کا بھید
۱۶- دو ہی جلوؤں سے یہ امکان وجود
زندگی پاتا ہے اور تشکل و نمود
ایک جلوہ ان میں فانی ہے مرا
ایک جلوہ جاودانی ہے مرا
جتنی اشیا ہیں یہ فانی ہیں تمام
روح کو حاصل ہے بس ہست دوام
۱۷- یہ جو دو جلوے ہیں روح و مادہ
تیسرا اک اور ہے ان سے جدا
قادر مطلق ہے وہ ایشور ہے وہ
رام وہ جگدیش وہ رگھبر ہے وہ
۱۸- ذات اس کی بے فنا بے مثل ہے
ہے اسی میں دہر کی ہر ایک شے
اک وہی ہے شامل کون و مکان
وہ ہی وہ ہے کیا عیاں اور کیا نہاں
ہے اسی کے دم سے قائم ہست و بود
ہے وہی اک حامل بار وجود
مادے سے جسطرح بڑھ کر ہوں میں
روح سے بھی یونہیں افضل تر ہوں میں
۱۹- ہے یہی باعث کہ سارے رازداں
کہتے ہیں مجھ بے فنا کو جان جاں
چھوڑ کر دنیا کو جو انسان نیک
اسطرح سے جانتا ہے مجھکو ایک
بندۂ حق ہے وہی کامل وہی
رازدان عقل و نفس و دل وہی
۲۰- میں نے اے ارجن یہ اسرار نہاں
مختصر تم سے کئے ہیں جو بیاں
جانکر ان کو پرستاران ذات
کلفت و راحت سے پاتے ہیں نجات

اوم تت ست اتی شریمد بھگوت گیتا۔ سوپ نشت شو برہم ودیا یانگ۔ یوگ شاسترے۔ شری کرشن ارجن سمبادے پرشوتم یوگو نام پنچدش (۱۵) ادھیائے۔

ہری اوم تت ست

۸- چار قسموں خلاً چبا کر کھانا۔ نگلنا۔ چوسنا وغیرہ۔ ۹ ملانا۔ ۱۰- جسم کا بوجھ اٹھانے والا۔ ۲- کمبگروں کے پوجاری۔ ۳- دُکھ سکھ۔ ۴- رہائی۔

نارددرن ریلوے

نوٹس

نارددرن ریلوے ٹائم ٹیبل (انگلش ایڈیشن) جس کا اجرا یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء کو ہوا تھا۔ اس کی چھپائی میں جو غلطیاں رہ گئی ہیں۔ وہ پبلک کی اطلاع کے لئے نیچے درج کی جاتی ہیں ۔

صفحہ	ٹرین نمبر	سٹیشن	صحیح وقت	غلط چھپا
xxxiii	31	بمبئی وی ٹی (روانگی)	.. ڈی 13-10	13-15
xxxiv	1	گوہاٹی	.. ڈی 22-10	22-40
"	7/4	منماد (آمد)	.. اے 2-0	0-00
xxxv	7/4	جبلپور	.. ڈی 13-5	23-5
xxxviii	2	باروئی	.. ڈی 1-55	21-55
xL	نیچے ٹرین نمبر 6 میں 16 ایچ	کی بجائے ٹرین نمبر 42 ایکسپریس پڑھیں)		
xLii	326 (صحیح 44)	بردوان	.. ڈی 16-13	13-13
Liv	26	انبالہ چھاؤنی	.. ڈی 10-23	10-32
"	32 (صحیح 33)	بھوپال	.. اے 22-50	17-50
Liv	87	ناگدا	.. ڈی 15-20	15-26
"	87	اُجین	.. اے 16-56	16-50
A	28	کرنال	.. اے 18-39	18-49
			.. ڈی 18-41	18-51
7	10	رائسی	.. ڈی 21-42	——
		بالاوالی	.. ڈی 21-55	21-42
		چندوک	.. ڈی ——	21-55
37	371	سہارنپور	.. اے 1.00	0-00
62	57	ویرکا	.. ڈی 20.8	22-08
65	جے ایچ 10	نصراللہ	.. ڈی 15.54	14-54
67	جے این 2	شنکر	.. ڈی 6.31	6.21
75	335	گبروالہ	.. ڈی 17.22	11.22
91	اے جی-2	پریاگ	.. ڈی 9.32	9-52
108	بی ایس ایچ 4	ڈیلانہ	.. ڈی 5.44	5-42
112	جے جے پی-2	اوسیان	.. ڈی 12-39	12-29
118	پی بی جے-2	منگولا	.. ڈی 13-53	14-53

Monthly 'OM' Delhi.
Vol. 30 NOVEMBER 1963. Regd. No. D. 84

خاص اہمیّت کی باتیں

یہاں جو باتیں درج کی گئی ہیں، وہ سوچ بچار کرنے والے ہر بھارتی کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ باتیں آپ کے اور آپ کے کُنبہ کے لئے بہت اہم ہیں، کیونکہ چینی جارحیتوں سے مُلک کی حفاظت پر ہی ساری قوم کے مستقبل کا اِنحصار ہے۔ ہماری قوم اُمن پسند اور ہمارے عوام امن دوست ہیں، لیکن ہم کبھی کسی جارحیت کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکیں گے۔

چینی خطرہ

حالانکہ لڑائی بند ہے، لیکن سچائی یہ ہے کہ ہماری سرحدوں پر چینی جارحیت اب بھی جاری ہے۔ لداخ میں ...مربع میل بھارتی علاقے پر اب بھی چینیوں کا قبضہ ہے۔ وہ ہماری سرحدوں پر برابر اور بڑے پیمانے پر فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ ہمیں ہر نئی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا ہے۔ آیئے ہم اپنا عہد پھر دوہرائیں کہ جب تک ہم اپنی دھرتی سے حملہ آور کو پوری طرح نکال باہر نہ کریں گے، چین سے نہ بیٹھیں گے۔

بھرپور تعاون

جب ہمارے پردھان منتری شری جواہرلال نہرو نے قومی دفاعی فنڈ میں عطیے دینے کی اپیل کی تو زندگی کے ہر شعبے سے متعلق عوام نے بڑے شاندار ڈھنگ سے اُن کی اس اپیل کا جواب دیا۔

ہم نے بڑی فراخدلی سے ــــ دِل کھول کر عطیے دیئے، کیونکہ ہم سمجھتے تھے کہ آزادی کی حفاظت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی بڑی نہیں۔

پختہ عہد

آیئے ہم پختہ عہد کریں کہ جب تک آزادی کو درپیش خطرہ ختم نہیں ہو جاتا، ہم اسی طرح امداد دیتے رہیں گے۔ آیئے اپنا سونا دیں۔ اگر کل ہم سب آہنی زنجیروں میں جکڑے گئے تو پھر یہ طلائی چوڑیاں کس کام آئیں گی۔ ہمیں روپیہ بھی دینا چاہیئے۔ ہماری لگاتار امداد سے ہی ہمارے دفاعی انتظامات مضبوط ہوں گے۔

تین اچھی وجُوہ

۱۔ اپنے اور اپنے بچّوں کے مستقبل کی حفاظت کے لئے دیجئے۔
۲۔ مادرِ وطن کی علاقائی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لئے دیجئے۔
۳۔ بھارت اور دُنیا بھر میں اُمن قائم رکھنے کے لئے دیجئے۔

اِن سوالوں پر بچار کیجئے

کیا ہم اپنے فرض میں کوتاہی کریں گے اور اپنی آبرو کو خطرے میں ڈالیں گے؟ کیا ہم چاہیں گے کہ ہمارے جوان ہمارے لئے سر دھڑ کی بازی لگائیں اور ہم اُن کے ہاتھ مضبوط نہ کریں؟ کیا ہم آج خود غرضی سے کام لیتے ہوئے اُن سب چیزوں کو خطرے میں ڈال دیں گے جن کی ہم بڑی قدر و قیمت سمجھتے رہے ہیں؟ کیا ہمارے نزدیک ذات، مُلک سے، حرص حوصلہ سے اور اشیاء آزادی سے زیادہ اہم ہیں؟

اِن باتوں پر سوچ بچار کیجئے

قوم کی تیاریوں میں ہاتھ بٹائیے

DA63/F14

Title Printed at : KANWAL ART PRESS Ajmeri Gate, Delhi-6.